اللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

نضر اللہ امرأ سمع منا
حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ

رجب ۱۴۲۸ھ اگست 2007ء

ماہنامہ

الحدیث

حضرو

- معلّمِ انسانیت
- تارکِ سنت ملعون ہے
- "حدیث اور اہلحدیث" کے ۳۰ جھوٹ
- اُمتِ مصطفیٰ ﷺ اور شرک
- جعلی جزء کی کہانی اور نام نہاد "علمی محاسبہ"

مدیر

حافظ زبیر علی زئی

مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک: پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللّٰہُ نَزَّلَ اَحسَنَ الْحَدِیث
ماہنامہ الحدیث حضرو
نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه
جلد: 4 رجب ۱۴۲۸ھ اگست ۲۰۰۷ء شمارہ: 8
مدیر
حافظ زبیر علی زئی
0300-5335233
معاونین
حافظ ندیم ظہیر
0301-6603296
محمد صفدر حضروی
0334-5606841
ابو خالد شاکر
اس شمارے میں
کلمۃ الحدیث ابو معاذ 2
تارکِ سنت ملعون ہے حافظ زبیر علی زئی 4
بدیع التفاسیر ابو جبیر محمد اسلم سندھی 12
توضیح الاحکام حافظ زبیر علی زئی 23
"حدیث اور اہلحدیث" کے تیس جھوٹ حافظ زبیر علی زئی 26
اُمتِ مصطفیٰ ﷺ اور شرک محمد صدیق رضا 49
جعلی جزء کی کہانی.... حافظ زبیر علی زئی 54
محبت ہی محبت حافظ شیر محمد 63
ماہِ رجب اور غیر مسنون عمل ابو خالد شاکر 65
قیمت
فی شمارہ : 15 روپے
سالانہ : 150 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
200 روپے
برائے رابطہ
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک
ناشر
حافظ شیر محمد
0300-5288783
مقام اشاعت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

كلمة الحديث | ابو معاذ

معلّمِ انسانیت

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إنّ اللّٰه تعالٰی لم یبعثني معنّتاً ولا متعنتاً و لکن بعثني معلّمًا میسّرًا .))

اللہ تعالیٰ نے یقیناً مجھے تکلیف دینے والا اور سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے آسانی کرنے والا (بہترین) معلّم (استاد) بنا کر بھیجا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۷۸، دارالسلام: ۳۶۹۰)

سیدنا معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ نماز پڑھنے کے دوران میں (لاعلمی کی وجہ سے) دنیاوی باتیں کر دی تھیں، پھر کیا ہوا؟ وہ اپنی زبانِ مبارک سے بیان فرماتے ہیں:

''فبأبي ھو و أمي ما رأیت معلّمًا قبله ولا بعده أحسن تعلیمًا منه ، فو اللّٰه ما کھرني ولا ضربني ولا شتمني، قال: ((إن ھٰذه الصلوٰة لا یصلح فیھا شيءٌ من کلام الناس ، إنما ھو التسبیح والتکبیر وقراءة القرآن .)) انتھی ''

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے آپ جیسا بہترین تعلیم دینے والا معلم نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔ اللہ کی قسم! آپ نے نہ مجھے ڈانٹا نہ جھڑکا اور نہ بُرا بھلا کہا، فرمایا: یہ نماز ہے اس میں انسانی کلام میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے، یہ تو تسبیح، تکبیر اور قراءتِ قرآن ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۳۷، دارالسلام: ۱۱۹۹)

ایک دفعہ ایک اعرابی (دیہاتی، بدو) نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اسے مارنا پیٹنا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دعوہ و ھریقوا علٰی بوله سجلاً من ماء، أو ذنوبًا من ماء ، فإنما بعثتم میسّرین ولم تبعثوا معسّرین .)) اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ تمھیں آسانی کرنے والا بنایا گیا ہے نہ کہ تنگی پیدا کرنے والا۔

(صحیح بخاری: ۲۲۰، نیز دیکھئے صحیح مسلم: ۲۸۴)

سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں (زیرِ تربیت) چھوٹا بچہ تھا اور (کھانے کے دوران میں) میرا ہاتھ برتن میں دائیں بائیں گھومتا تھا (یعنی میں چاروں طرف سے ہاتھ ڈال کر کھاتا تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

((يا غلام ! سمّ الله و كل بيمينك و كل مما يليك))

اے بچے ! اللہ کا نام لے (یعنی بسم اللہ پڑھ) اور دائیں ہاتھ کے ساتھ کھا اور اپنے سامنے قریب سے کھا۔ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اسی طرح کھانا کھاتا تھا۔

(صحیح بخاری:۵۳۷۶، صحیح مسلم:۲۰۲۲)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر (بڑا) احسان فرمایا کہ ان کی طرف انھی میں سے رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور تزکیہ کرتا ہے اور کتاب و حکمت (سنت) کی تعلیم دیتا ہے۔ (آل عمران:۱۶۴)

اس کے پسِ منظر میں وہ دعا ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے مانگی تھی: اے ہمارے رب ! اور ان میں انھی میں سے رسول بھیجنا جو ان کے سامنے تیری آیتیں پڑھے گا اور انھیں کتاب و حکمت سکھائے گا اور ان کا تزکیہ کرے گا۔ (البقرہ:۱۲۹)

یہ دعا مِن و عَن پوری ہوئی جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے: ((... دعوة أبي إبراهيم و بشارة عيسى بي و رؤيا أمي التي رأت.)) إلخ میں اپنے ابا (دادا) ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا اور (بھائی) عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت (خوش خبری) ہوں اور اپنی ماں کا خواب ہوں جسے انھوں نے دیکھا تھا۔ (مسند احمد ۴/۱۲۷ ح ۱۷۱۵۰، وسندہ حسن لذاتہ)

عیسائیوں کی محرف انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئیگا تو تمکو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔ اسلئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہیگا اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گا۔'' (یوحنا کی انجیل ص ۱۰۱، ب ۱۵، فقرہ ۱۳)

پاک ہے وہ ذات جس نے ختمِ نبوت کا تاج پہنا کر معلّمِ انسانیت بھیجا، ایسا معلّم جس کی ساری زندگی کا ہر ہر لمحہ انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ صلّى الله عليه و آله وسلّم

حافظ زبیر علی زئی

اضواء المصابیح

تارکِ سنت ملعون ہے

۱۰٦) وعن ابن عمر قال :سمعت رسول الله ﷺ يقول :

((يكون في أمتي خسف ومسخ وذلك فى المكذبين بالقدر .))

رواه أبو داود ، و روى الترمذي نحوه .

(سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری اُمت میں خسف اور مسخ ہوگا اور یہ تقدیر کو جھٹلانے والوں میں ہو گا۔ اسے ابوداود (۴۶۱۳ بغیر ھذا اللفظ) اور ترمذی (۲۱۵۲ نحو المعنیٰ باختلاف یسیر) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔ اسے بعض اختلاف کے ساتھ ابن ماجہ (۴۰٦۱) وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا: ''**حسن صحيح غريب** '' اور اسے حاکم و ذہبی دونوں نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ دیکھئے المستدرک (۸۴/۱ ح ۲۸۵)

اس حدیث کے راوی ابوصخر حمید بن زیاد کو جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں اور ان پر جرح مردود ہے۔

فقہ الحدیث

① خسف کا مطلب زمین کا دھنس جانا اور مسخ کا مطلب شکلیں مسخ ہو جانا ہے۔ یہ اُمور قیامت سے پہلے اہلِ بدعت میں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں واقع ہوں گے۔ بعض کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور بعض کی شکلیں مسخ ہوں گی اور ممکن ہے کہ بعض کے ساتھ دونوں کام بھی ہوں۔ واللہ اعلم

② تقدیر پر ایمان لانا فرض اور اس کا انکار حرام ہے۔

③ سنن ترمذی کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بدعتی کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (بدعتِ کبریٰ والے) اہلِ بدعت کے سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے۔ جب سلام کا جواب مشروع نہیں ہے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟

④ سنن ابی داود والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ بدعت سے (اگر بدعت کبریٰ ہو تو) ہجر (بائیکاٹ کرنا) بھی جائز ہے۔

⑤ یہ روایت غیب کی ان خبروں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتائیں اور اس کا وقوع ابھی باقی ہے۔

⑥ اس روایت میں امت سے مراد اُمتِ اجابت ہے۔

۱۰۷) وعنه قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم :((القدرية مجوس هذه الأمة إن مرضوا فلا تعودوهم و إن ماتوا فلا تشهدوهم .))

رواه أحمد ، و أبو داود .

اور انھی (سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قدریہ (تقدیر کا انکار کرنے والے) اس امت کے مجوسی ہیں، اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرنا اور اگر وہ مرجائیں تو تم (ان کے جنازے میں) حاضر نہ ہونا۔

اسے احمد (۸۶/۲ ح ۵۵۸۴، ۱۲۵/۲ ح ۶۰۷۷) اور ابو داود (۴۶۹۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ اسے حاکم (۸۵/۱) اور دوسرے محدثین نے بھی بیان کیا ہے لیکن اس کی سند منقطع ہے۔ ابوحازم سلمہ بن دینار نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ دیکھئے تہذیب الکمال (۴۳۱/۷)

(عبدالعزیز) ابن ابی حازم نے کہا: ''**من حدّثك أن أبي سمع من أحد من**

أصحاب رسول الله ﷺ غير سهل بن سعد فقد كذب''

جو شخص تجھے بتائے کہ میرے والد نے سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی سے سنا ہے تو اس نے جھوٹ کہا۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۰۸۹ وسندہ صحیح)

المعجم الاوسط للطبرانی (۱۱۴/۵ ح ۴۲۱۷) میں اس کا ایک شاہد ہے جس کی سند حمید الطّویل کی تدلیس (عنعنہ) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حمید کو حافظ ابن حجر نے طبقۂ ثالثہ کے مدلسین میں ذکر کیا ہے اور فرمایا: ''صاحب أنس مشهور كثير التدليس عنه'' وہ انس (رضی اللہ عنہ) کے مشہور شاگرد ہیں، وہ آپ سے کثرت سے تدلیس کرتے تھے۔ (طبقات المدلسین ۷۱/۳)

مدلس راوی کی صحیحین میں روایات سماع یا متابعات پر محمول ہوتی ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ حمید کی صحیحین میں بہت سی روایتیں ہیں اور ''فلايضر تدليسه'' اس کی تدلیس (غیر صحیحین میں) مضر نہیں ہے، غلط ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حمید کی انس (رضی اللہ عنہ) سے عام حدیثیں ثابت اور قتادہ کے واسطے سے ہیں۔ (طبقات المدلسین ص ۵۰) قتادہ بذاتِ خود مدلس تھے لہٰذا عین ممکن ہے کہ حمید نے ان سے بھی تدلیس کر رکھی ہو۔ مدلس کے بارے میں صحیح اصول یہ ہے کہ اگر کسی راوی کا مدلس ہونا ثابت ہو جائے تو خاص دلیل کے بغیر اس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

اس روایت کے تمام شواہد ضعیف ہیں لہٰذا قولِ راجح میں یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قدریوں کے بارے میں فرمایا: ''أولئك مجوس هذه الأمة'' وہ اس امت کے مجوسی ہیں۔ (السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۹۵۸ وسندہ حسن)

امام بیہقی نے کتاب القدر (ح ۴۱۰) میں اس مفہوم کی روایت ''سفيان (الثوري) **عن** عمر بن محمد عن نافع عن ابن عمر'' کی سند سے بیان کر کے کہا: ''هذا إسناد صحيح إلا أنه موقوف''!

۱۰۸) وعن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: ((لا تجالسوا أهل القدر ولا تفاتحوهم.)) رواه أبو داود

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہلِ قدر (تقدیر کے منکرین) کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان سے (باتیں وغیرہ کرنے میں) پہل کرو۔

اسے ابوداود (۴۷۱۰) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔حکیم بن شریک الہذلی مجہول ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۱۴۷۵) اسے صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔

سنن ابی داود کے علاوہ یہ روایت صحیح ابن حبان (الاحسان: ۷۹) مسند احمد (۳۰/۱) المستدرک للحاکم (۸۵/۱ ح ۲۸۷) التاریخ الکبیر للبخاری (۱۵/۳) اور السنۃ لابن ابی عاصم (۳۳۰) میں بھی اسی سند سے موجود ہے۔

۱۰۹) وعن عائشة قالت :قال رسول الله ﷺ : ((ستة لعنتهم ولعنهم الله وكل نبي يجاب :الزائد في كتاب الله والمكذب بقدر الله والمتسلط بالجبروت ليعز من أذله الله و يذل من أعزه الله والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتي ما حرم الله والتارك لسنتي.)) رواه البيهقي فى المدخل و رزين في كتابه .

(سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھ آدمیوں پر میں نے اور اللہ نے لعنت بھیجی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے:

(۱) کتاب اللہ میں اضافہ کرنے والا (۲) اللہ کی تقدیر کو جھوٹا سمجھنے والا (۳) طاقت کے ساتھ حکومت پر قبضہ کرنے والا تاکہ جنھیں اللہ نے ذلیل بنایا تھا انھیں عزت دے دے اور جنھیں اللہ نے عزت دی تھی انھیں ذلیل کردے (۴) اللہ کے حرام کو حلال کرنے والا (۵) میرے اہلِ بیت کی عزت کو حلال کرنے والا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے (۶) اور میری سنت کا تارک۔

اسے بیہقی نے المدخل میں اور رزین نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: یہ روایت نہ تو المدخل للبیہقی (مطبوع) میں ملی ہے اور نہ رزین کی کتاب

کہیں سے دستیاب ہو سکی ہے لیکن اسے ترمذی (۲۱۵۴) بیہقی (شعب الایمان: ۴۰۱۰، ۴۰۱۱) ابن حبان (الاحسان: ۵۷۱۹ دوسرا نسخہ: ۵۷۴۹) ابن ابی عاصم (السنۃ: ۴۴، ۳۳۷) طحاوی (مشکل الآثار ۳۶۶/۴) اور حاکم (۵۲۵/۲ ح ۳۹۴۹، اتحاف المہرہ ۶۷۷/۱۷ ح ۲۳۱۹۷) نے اسے سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی الموال صحیح بخاری کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں لہٰذا ان کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔

عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن موہب جمہور کے نزدیک موثق راوی ہیں۔ دیکھئے تہذیب التہذیب بحاشیتی (ج ۷ ص ۲۶، ۲۷) لہٰذا حسن الحدیث ہیں۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن مشہور ثقہ راویہ ہیں۔

بعض نے ابن موہب اور عمرہ کے درمیان ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کا واسطہ ذکر کیا ہے۔

(دیکھئے المستدرک ۳۶/۱ ح ۱۰۲، وقال: صحیح الاسناد)

ابوبکر بن محمد صحیحین کے راوی اور ثقہ عابد تھے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۹۸۸)

فقہ الحدیث:

① تشریح وتفسیر کے بغیر جان بوجھ کر کتاب اللہ کے الفاظ یا مفہوم میں سلف صالحین کے خلاف اضافہ کرنا حرام ہے۔

② تقدیر کا انکار حرام ہے۔

③ اہلِ بیت کی عزت واحترام واجب (فرض) ہے۔ اہلِ بیت کی توہین کرنا لعنتیوں کا کام ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ اہلِ بیت میں نبی ﷺ کی تمام بیویاں (امہات المومنین) بھی شامل ہیں۔

④ سنتِ ضروریہ کو ترک کرنا حرام ہے جیسے کہ بعض لوگ داڑھی منڈواتے ہیں۔ عام سنتوں کو بھی استخفاف کی نیت سے ترک کرنا حرام ہے۔

⑤ ہر مسلم پر لازم ہے کہ ہر حال میں ان تمام امور سے اپنے آپ کو بچائے جن پر اللہ اور

رسول نے لعنت بھیجی ہے۔

⑥ مطلقاً تارکِ سنت یعنی تمام سنتوں کا تارک ملعون ہے۔

۱۱۰) وعن مطر بن عكامس قال:قال رسول الله ﷺ :

((إذا قضى الله لعبدٍ أن يموت بأرضٍ جعل له إليها حاجة .))

رواه أحمد والترمذي .

(سیدنا) مطر بن عکامس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے کہ فلاں جگہ وہ مرے گا تو وہ اسے وہاں لے جاتا ہے۔ اسے احمد (۲۲۷/۵ ح ۲۲۳۳۲) اور ترمذی (۲۱۴۶، وقال: حسن غریب) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اسے حاکم (۴۲/۱ ح ۱۲۵، ۱۲۶) اور ذہبی نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اس میں ابو اسحاق السبیعی مدلس راوی ہیں لیکن سنن الترمذی (۲۱۴۷) میں اس کا بعینہ اسی معنی کا صحیح شاہد بھی ہے جس کے بارے میں امام ترمذی نے کہا: ''**هذا حديث صحيح**'' اس کی سند صحیح ہے اور اسے ابن حبان (الموارد: ۱۸۱۵) حاکم (۴۲/۱) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

فقہ الحدیث:

① جس آدمی کے مرنے کا تقدیر میں جو وقت اور جگہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے وہ وہاں پہنچ جاتا ہے۔

② عقیدۂ تقدیر برحق ہے۔

③ بعض نسخوں میں عکامس کی جگہ عکام لکھا ہوا ہے جبکہ صحیح عکامس ہے جیسا کہ مشکوٰۃ درسی (نسخہ ہندیہ ص ۲۲) میں ہے۔

۱۱۱) وعن عائشة رضي الله عنهاقالت:قلت :يا رسول الله ! ذراري المؤمنين ؟ قال :((من آبائهم .)) فقلت :يا رسول الله ! بلا عمل ؟

قال :((الله أعلم بما كانوا عاملين .)) قلت :فذراري المشركين ؟ قال:((من آبائهم.)) قلت :بلا عمل ؟ قال :((الله أعلم بما كانوا عاملين.)) رواه أبو داود .

(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! مومنوں کے بچے (کہاں ہوں گے)؟ فرمایا: وہ اپنے والدین کے ساتھ ہیں۔ میں نے پوچھا: بغیر عمل کے؟ آپ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے جو اعمال وہ کرنے والے تھے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! مشرکین کے بچے (کہاں ہوں گے)؟ فرمایا: وہ اپنے والدین کے ساتھ ہیں۔ میں نے پوچھا: بغیر عمل کے؟ آپ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے جو اعمال وہ کرنے والے تھے۔ اسے ابوداود (۴۷۱۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند صحیح ہے۔ بقیۃ بن الولید نے سماع مسلسل کی تصریح کر دی ہے، دیکھئے الشریعہ للآجری (ص ۱۹۵) اور محمد بن حرب نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔

(سنن ابی داود: ۴۷۱۲)

مسند احمد (ج ۶ ص ۸۴ ح ۲۴۵۴۵) میں اس کی دوسری سند بھی ہے۔

فقہ الحدیث:

① اس حدیث میں بھی مسئلۂ تقدیر بیان ہوا ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۳۶ ص ۹

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان ''بلا عمل'' سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام کے نزدیک بھی ''عمل'' ایمان میں سے ہے اور اقرار و تصدیق کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے۔

③ کون کہاں جائے گا؟ سب اللہ جانتا ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے اور اسے ہی تقدیر کہتے ہیں۔

④ اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو اہلِ ذکر سے پوچھنا چاہئے۔

۱۱۲) وعن ابن مسعود قال :قال رسول الله ﷺ : ((الوائدة و الموؤدة فى النار .)) رواه أبو داود والترمذي.

(سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کی گئی دونوں (جہنم کی) آگ میں ہیں۔ اسے ابوداود (۴۷۱۷) اور ترمذی (؟) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔ زکریا بن ابی زائدہ نے سماع کی تصریح کردی ہے اوران کی ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی سے روایت صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے لہٰذا اس روایت میں اختلاط کا الزام غلط ہے۔

فقہ الحدیث

① کفار کی اولاد کا وہی حکم ہے جو ان کے والدین کا ہے۔
② اگر کوئی کافر مظلوم مارا جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ جنت میں جائے گا۔
③ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ ایک معین شخص کے بارے میں خاص واقعہ ہے۔ واللہ اعلم
④ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ح ۹۳ (الحدیث: ۳۶ ص ۹)
⑤ یہ روایت سنن ترمذی میں نہیں ملی اور مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں صرف ''رواہ أبو داود'' لکھا ہوا ہے اور یہی راجح ہے۔

[اندھی تقلید حرام ہے]

اشرفعلی تھانوی دیوبندی تقلیدی اعتراف کرتے ہیں کہ ''بعض مقلدین نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطا ومصیب وجوباً ومفروض الاطاعت تصور کرکے عزم بالجزم کیا، کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قولِ امام کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو۔ پھر بھی بہت سی علل وخلل حدیث میں پیدا کرکے یا اس کی تاویل بعید کرکے حدیث کورد کریں گے اور قولِ امام کو نہ چھوڑیں گے ایسی تقلید حرام اور مصداق قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً الآیۃ اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین کے ہے...''

(امدادالفتاویٰ ج ۵ ص ۲۹۷، دوسرا نسخہ ج ۴ ص ۹۰)

ابو جبیر محمد اسلم سندھی

بدیع التفاسیر: ایک عظیم تفسیر۔ایک مختصر جائزہ

(۱)

یقیناً آپ میں سے ایسے بہت کم حضرات ہوں گے جنھوں نے عصر قریب کے عظیم سلفی عالم علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی سندھی رحمہ اللہ کو دیکھا یا سنا نہ ہو۔

شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ عصرِ قریب میں بلاشبہ سلفیت اور توحید وسنت کے بہت بڑے امام اور داعی تھے۔شاہ صاحب رحمہ اللہ نے سندھ اور بیرون سندھ، پنجاب، سعودی عرب اور دنیا کے کئی ممالک میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا ہے اور ان کے دنیا میں بے شمار شاگرد ہیں۔آپ کے علم کا اعتراف نہ صرف اپنے و بیگانے بلکہ عرب وعجم بھی کر چکے ہیں۔سندھ ایسی دھرتی ہے جہاں بہت سے سلفی علماء پیدا ہوئے اور ایک وقت تھا کہ سندھ سلفی دعوت کا مرکز شمار ہوتا تھا پھر حالات کا دھارا بدلا اور کئی علمائے اہل حدیث نے سرزمینِ عرب کی طرف ہجرت کی اور پھر سندھ اربابِ اقتدار کی سرپرستی میں شرک و بدعت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گرتا چلا گیا ،یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ سے قبل (عصرِ حاضر میں) سندھ میں اہلِ حدیث کی باقاعدہ شاید ایک مسجد بھی نہیں تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور توفیق کے بعد ان کی تبلیغ وجدوجہد سے ان کی وفات تک سندھ میں آٹھ صد (۸۰۰) کے قریب اہلِ حدیث مساجد بن چکی تھیں۔الشیخ بدیع رحمہ اللہ کی تصنیفی خدمات بھی بہت ہیں، آپ کی تقریباً ڈیڑھ سو کتب سندھی، اردو اور عربی زبان میں مطبوع وغیر مطبوع ہیں۔آپ کے آثارِ حسنات میں سے آپ کی (سندھی زبان میں) عظیم تفسیر موسوم بہ ''بدیع التفاسیر'' بلاریب اہلِ حدیث اور سلفی منہج پر لکھی گئی ایک جامع تفسیر ہے۔ہم اس مختصر سے مضمون میں بدیع التفاسیر کے منہج، اہم مشتملات اور خصائص کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔

معزز قارئین! بدیع التفاسیر سندھی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر ہے جو کہ سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۱۶ تک لکھی گئی ہے۔ اس سے پہلے مستقل ایک جلد میں اس کا ایک مقدمہ ہے جو کہ فضائلِ قرآن، احکامِ قرآن، علومِ تفسیر اور اصولِ تفسیر وغیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ اپنے فن کا واحد مقدمہ ہے جو کہ خالص منہجِ سلف صالحین پر لکھا گیا ہے۔ اس مقدمہ کا شاہ صاحب رحمہ اللہ نے عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے جو ابھی تک غیر مطبوع ہے۔ سورۂ فاتحہ کی تفسیر ۶۹۶ صفحات کی ایک جلد پر مشتمل ہے اور سورۂ بقرہ کی تفسیر تین جلدوں میں ہے جس کے صفحات ۱۸۰۰ کے قریب ہیں۔

سورۂ آل عمران کی تفسیر ایک جلد پر مشتمل ہے جس کے کل صفحات ۵۷۴ ہیں، سورۃ النساء کی تفسیر ایک جلد میں ہے اور اس کے کل صفحات ۵۴۲ ہیں، سورۃ المائدۃ کی تفسیر بھی ایک جلد پر محیط ہے اور اس کے کل صفحات ۳۸۷، سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف کی تفسیر ۶۳۳ صفحات پر مشتمل ہے اور سورۃ الانفال کی تفسیر ۲۵۱ صفحات جبکہ سورۂ توبہ کی تفسیر ۳۵۸ صفحات کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور یہ دونوں ایک جلد میں ہیں۔

سورۂ یونس کی تفسیر ۱۹۹ صفحات پر، سورۂ ھود ۱۷۶ صفحات پر، سورۂ یوسف ۱۷۰ پر، سورۃ الرعد ۵۵ صفحات پر اور سورۂ ابراہیم ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ سابقہ چاروں سورتوں کی تفسیر ایک جلد میں ہے۔ اس طرح مقدمہ سمیت کل گیارہ جلدیں ہوئیں۔ جو چھ ہزار ایک سو (۶۱۰۰) صفحات پر مشتمل ہیں جس میں دیگر اہلِ قلم کے لکھے ہوئے پیش لفظ و دیباچے بھی شامل ہیں۔

تسمیہ: ٹائٹل پر اس طرح لکھا ہوا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم .... **بدیع السمٰوات والأرض.**

﴿ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴾ [الفرقان:۳۳]

بے نظیر بیان، قرآن کی تفسیر الملقب ''بدیع التفاسیر''

اس کے بعد ہر سورت کو الگ الگ نام بھی دیا ہے۔ مثلاً:

۱: احسن الخطاب فی تفسیر اُم الکتاب ۲: بشریٰ البررۃ فی تفسیر سورۃ البقرۃ

۳: آلاء الرحمٰن فی تفسیر سورۃ آل عمران ۴: النداء والدعاء فی تفسیر سورۃ النساء
۵: الماھدۃ فی تفسیر سورۃ المائدۃ ۶: الاحکام فی تفسیر سورۃ الانعام
۷: الالفاف فی تفسیر سورۃ الاعراف ۸: الانوال فی تفسیر سورۃ الانفال
۹: البراءۃ فی تفسیر سورۃ البراءۃ ۱۰: یونس بتفسیر سورۃ یونس
۱۱: الھود بتفسیر سورۃ ھود ۱۲: یوصف بتفسیر سورۃ یوسف
۱۳: الرشد بتفسیر سورۃ الرعد

منہج: بدیع التفاسیر بالکل سلف صالحین کے منہج پر لکھی گئی ہے۔اس میں سلف صالحین کے طریقہ، مذہب، اعتقاد، اصول اور مسلک اہلِ حدیث کی زبردست ترجمانی کی گئی ہے۔

آپ جان چکے ہیں کہ مصنفِ بدیع التفاسیر سلفیت اور توحید وسنت کی اتباع کے عظیم داعی تھے، اس لئے ان کی تفسیر میں توحید اور اتباع سنت کی دعوت اور دفاع کیا گیا ہے، شرک و بدعت اور تقلید کا رد کیا گیا ہے۔ ہر جگہ سلف صالحین کے صحیح عقیدہ کی دعوت دی گئی ہے اور دفاع بھی کیا گیا ہے۔ جا بجا فرق ضالہ اور باطل وضلالۃ پر نقد ونکیر کی گئی ہے۔ جہاں بھی جس آیت ، جملہ یا کلمہ سے کسی گمراہ نے باطل کے لئے استدلال کیا ہے، اس کے غلط استدلال کی خبر لی ہے۔ مصنف کا اخلاص اس تفسیر کے ہر صفحہ اور ہر جملہ وعبارت سے عیاں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب انسان کی ہدایت کے لئے اتاری ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اس کتاب کو پڑھ کر اپنا ایمان ، اعتقاد، کردار اور عمل درست کرے۔ اسی غرض کو سامنے رکھ کر انھوں نے یہ تفسیر لکھی ہے۔ اس میں جہاں حق کا اثبات اور باطل کا رد کیا گیا ہے وہاں ہر آیت وکلمہ سے جو بھی مسائل مستنبط ہوتے ہیں نہایت تحقیق و تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور ہر مقام پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصول کو سامنے رکھ کر نہایت جامعیت سے کام لیا گیا ہے۔

معزز قارئین! ہم چاہتے ہیں کہ شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ کے مقدمہ سے تفسیر کے متعلق ان کے اصول میں سے چند باتیں نہایت

اختصار کے ساتھ بیان کریں تا کہ قارئین کو ان کے اندازِ تفسیر کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات حاصل ہوں۔

مقدمہ تفسیر کے باب دہم ''تفسیر قرآن کے متعلق ضروری احکام کا بیان'' میں کل اکیس (۲۱) فصول (باب) قائم کئے گئے ہیں۔ ہم چند ضروری فصول میں سے اہم عبارات پیش کرتے ہیں:

فصل اول: قرآن مجید کی تفسیر خود قرآن سے

اس سے قبل حافظ ابن کثیر کی تفسیر سے ان کی عبارت نقل کی ہے کہ'' **إن أصح الطرق في ذلك أن يفسر القرآن بالقرآن فما أجمل في مكان فإنه قد بسط في موضع آخر فإن أعياك ذلك فعليك بالسنة فإنها شارحة للقرآن و موضحة له**''
یعنی تفسیر قرآن کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے۔ جہاں قرآن مجید کا کوئی مضمون مجمل ہے تو دوسری جگہ اس کی تفسیر بھی موجود ہے۔ اگر اس طرح کرنا آپ کے بس میں نہیں تو پھر حدیث کے ساتھ اس کی تفسیر کرنی چاہئے کیونکہ حدیث قرآن مجید کی شرح و تفسیر ہے اور اس کے مضامین کی وضاحت کرتی ہے۔

[تفسیر ابن کثیر، خطبۃ الکتاب ۱/۱۵]

اس فصل کی بحث کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''لہٰذا مفسر کو چاہئے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی آیت کی تفسیر خود قرآن سے تلاش کرے بلکہ راقم الحروف کا یہ معمول ہے کہ جب بھی کسی آیت کی تفسیر مطلوب ہوتی ہے تو اس مضمون کی تمام آیات کو ذہن میں لانے سے اصل آیت کا مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ یہ طریقہ کئی مرتبہ عمل میں آ چکا ہے۔ **فلله الحمد**'' (ص ۱۶۹، ۱۷۰)

فصل دوم: تفسیر القرآن بالحدیث (قرآن کی تفسیر حدیث سے)

اس بحث کو طویل تحقیق و دلائل سے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''الحاصل سلف کا یہ متفق علیہ مسلک رہا ہے کہ وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تفسیر اور بیان سمجھتے تھے، اس لئے قرآن مجید کے بعد اس تفسیر کا درجہ ہے جو حدیث مبارک

سے سمجھا جائے۔ جس طرح ابن کثیر کے مذکورہ قول سے معلوم ہوا۔ بلکہ حدیث سے تفسیر کرنے میں کئی فوائد ہیں۔'' اس کے بعد وہ فوائد بیان کرتے ہیں اور پھر آخر میں وہ تفاسیر مذکور ہیں جو کہ تفسیر بالحدیث کی بنیاد پر لکھی گئی ہیں۔

فصل سوم: تفسیر القرآن باللغۃ العربیۃ (قرآن کی تفسیر عربی لغت سے)

تحقیق و بحث کے بعد لکھتے ہیں: ''الغرض معلوم ہوا کہ سلف کے نزدیک قرآن مجید کے سمجھنے اور تفسیر کرنے کے لئے عربی لغت کی بڑی اہمیت تھی۔ اس لئے مفسر قرآن کے لئے لغت کی کتب کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس کے بعد لغت بالخصوص لغت القرآن اور غریب القرآن کے متعلق اہم کتب کا تذکرہ کرکے لکھتے ہیں: ''مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ فقط لغت کی کتب میں مذکور معانی پر اکتفا کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ حدیث نبوی ﷺ کو سامنے رکھ کر تفسیر کی جائے۔ اسی طرح سلف صالحین کے طریقۂ تفسیر کو بھی دیکھنا چاہئے۔ نیز عقائدِ اسلامیہ کا بھی لحاظ رکھنا لازمی ہے۔ ملحدین کا یہ شیوہ ہے کہ وہ فقط لغت کی کتب کو سامنے رکھ کر اپنی رائے اور خواہش کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہیں اور حدیث یا سلف صالحین کی تفسیر کی کوئی پروا نہیں کرتے اور نہ مسلمانوں کے متفق علیہ عقائد ہی کا خیال رکھتے ہیں۔'' پھر مزید ''فائدہ'' کے تحت لکھتے ہیں: ''واقعی یہ قرآن کی ہی شان ہے کہ **لا تنقضی عجائبہ** ہر آنے والے مفسر نے اپنے سے پہلے مفسرین سے زیادہ احکام و مسائل قرآن مجید سے مستنبط کئے ہیں اور بعد میں آنے والے علماء اس سے کئی نئے نئے مسائل استخراج کریں گے جو کہ ہمیں معلوم نہیں ہیں اور آیات کی نئے انداز سے تفسیر کریں گے جو کہ آج تک کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ہر مفسر کو آزاد اور بے باگ چھوڑ دیا جائے تاکہ صرف لغت کی دو کتابیں پڑھ کر شرعی حدود اور اسلامی عقائد کی قیود سے خود کو باہر سمجھتے ہوئے خواہش نفسانی یا حکمرانوں کے بنائے ہوئے دستور اور قوانین کی تائید کی خاطر کسی آیت کی جس طرح چاہے تفسیر کرے۔

قرآن مجید کی تفسیر کرنے والا متقدم ہو یا متاخر، زمانۂ گزشتہ کا ہو یا موجودہ کا یا پھر

مستقبل کا، اس کے لئے مذکورہ بالا شرائط و قیود ضروری ہیں۔ یعنی کسی بھی آیت کی ایسی نئ تفسیر بیان کرتا ہے جو کہ سلف سے منقول نہیں یا ایسا نیا مسئلہ استنباط کرتا ہے جو پہلے کسی نے بھی اس آیت سے اخذ نہیں کیا ہے اور وہ مسئلہ لغات عرب یا ان کے محاورہ کے خلاف نہیں ہے اور حدیث میں منقول تفسیر یا قرآن و حدیث کے کسی حکم کے خلاف نہیں ہے اور نہ سلف صالحین کی تفسیر سے ٹکراتا ہے اور نہ کسی اسلامی عقیدہ کو رد کرتا ہے، تو اس کی وہ تفسیر مقبول اور استنباط معتبر ہے اور اس کی علمیت لائقِ تحسین ہے بصورتِ دیگر ان باتوں میں سے کسی ایک کے بھی خلاف ثابت ہوئی تو وہ باطل، مردود اور بالرائے سمجھی جائے گی۔ ایسا مفسر ملحد بلکہ دین کا دشمن جانا جائے گا۔''

فصل چہارم: صحابۂ کرام سے منقول تفسیر

متفق علیہ فیصلے کے مطابق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ساری امت سے زیادہ عالم اور افقہ تھے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد قرآن مجید کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے کیونکہ وہ نزولِ قرآن کے وقت موجود تھے اور رسول اللہ ﷺ سے براہ راست قرآن مجید اور اس کی تفسیر سماعت کی اور اس کی عملی تفسیر بنفس نفیس دیکھی، یہ مقام کسی اور کو حاصل نہیں ہے، اس لئے ان کی تفسیر امت کے لئے دیگر سارے افراد کی تفسیر سے علی الاطلاق بہتر اور اصح ہے۔ اسی لئے علمائے محدثین اپنی تفاسیر میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت زیادہ روایات بیان کرتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں: ''صحابی کی تفسیر کو اس صورت میں مرفوع اور مسند کے حکم میں مانا جائے گا جب اس کی تفسیر میں اجتہاد اور ذاتی تحقیق کا دخل نہ ہو، یا وہ کسی آیت کا شانِ نزول بیان کرے۔ نیز اس قاعدے میں وہ صحابی داخل نہیں ہیں جن کی بابت اسرائیلیات اور کتب امم سابقہ کا مطالعہ کرنا مشہور ہو۔ مثلاً سیدنا عبداللہ بن سلام یا سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما''

اور لکھتے ہیں:

''صحابی کی تفسیر اس وقت حجت ہوسکتی ہے جب اس میں درج ذیل شرائط موجود ہوں:

۱: مرفوع حدیث کے مخالف نہ ہو ۲: صحابہ کی تفسیر باہم متخالف نہ ہو

۳: وہ معنیٰ عام لغت عربیہ یا شرعی لغت کے خلاف نہ ہو'' (مختصراً)

اس تفصیل کے بعد تنبیہ ضروری کے تحت اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ مرفوع یا موقوف روایت کا سنداً صحیح ثابت ہونا ضروری ہے اور ساتھ ہی عام تفاسیر میں موضوع و من گھڑت اور غیر ثابت روایات کے متعلق وضاحت اور اہلِ باطل کی بنائی ہوئی روایات ورواۃ (راویوں) کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: ''تابعی کی تفسیر کسی کے نزدیک حجت نہیں ہے، اسے شہادت اور تائید کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بعد والے مفسرین کے اقوال سے بہتر ہے مگر حجت تب ہوگی جب دلیل اس کی تائید کرے۔''

فصل پنجم: اہل کتاب سے منقول روایات کے متعلق بیان

تحقیق کے درمیان لکھتے ہیں: ''یعنی اسرائیلی روایات شہادت اور تائید کے طور پر ذکر کی جاسکتی ہیں (وہ بھی ہر جگہ اور ہر روایت نہیں) مگر ان سے دلیل نہیں لی جاسکتی کیونکہ ان روایات کی تین صورتیں ہیں:

ا: ان کی صحت ہمیں معلوم ہے یعنی وہ قرآن و حدیث کے موافق ہیں۔

۲: جن کا جھوٹ معلوم ہے یعنی قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔

۳: جن کی ہم نہ تصدیق کر سکتے ہیں نہ تکذیب۔ قرآن و حدیث میں ان کی تصدیق ہے نہ تردید، اس طرح کی روایات فقط حکایت کے طور پر بیان کی جاسکتی ہیں لیکن بطورِ حجت نہیں۔''

فصل ششم: صوفیوں کی تفسیر کی بابت بیان

اس فصل میں شاہ صاحب رحمہ اللہ ثابت کرتے ہیں کہ صوفیوں کی تفسیر میں الحاد، کفر، شرک، بدعت اور اغلاط ہیں۔

فصل ہفتم: تفسیر بالرائے کا بیان (قرآن و حدیث کے خلاف رائے کے ساتھ تفسیر)

اس فصل کے تحت شاہ صاحب رحمہ اللہ تفسیر بالرائے کو غلط ثابت کرتے ہیں اور اس کی تعریف یوں کرتے ہیں: ''تفسیر بالرائے اس کو کہتے ہیں جس کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو اور اس اجمال کی تفصیل اس طرح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی آیت کی ایسی تفسیر کرتا ہے جو قرآن مجید

کے سیاق وسباق کے خلاف ہے یا قرآن کا مضمون اس کے معارض ہے یا کوئی صحیح حدیث اسے رد کرتی ہے یا سلف صالحین کی مشہور ومعروف تفسیر کے خلاف ہے یا مشہور اسلامی عقیدہ کو رد کرتی ہے یا لغت اور عربی قواعد کے خلاف ہے تو ایسی تفسیر محض رائے اور خیال سمجھی جائے گی اور دلیل نہ ہونے کی وجہ سے مردود اور باطل سمجھی جائے گی۔''

معزز قارئین! آپ اس تفصیل سے سمجھ گئے ہوں گے کہ بدیع التفاسیر صحیح اور سلفی منہج پر لکھی گئی ہے۔ہم آئندہ سطور میں اندازِ تفسیر کی مزید وضاحت کریں گے اور بدیع التفاسیر کے امتیازات کو بھی بیان کریں گے۔ان شاءاللہ

اہم مشتملات: بدیع التفاسیر میں تین چیزیں قابلِ بحث ہیں:

۱: تفسیر بالمأثور ۲: تفسیر بالمعقول المحمود ۳: مفردات کی لغوی شرح

تفسیر بالمأثور: اس میں مختلف مباحث شمار کئے جاسکتے ہیں:

(۱) آیات یا اجزاء الآیات کی تفسیر: مثلاً کسی آیت یا کلمہ سے کیا مراد ہے اس کی تفسیر اگر مرفوع حدیث میں ہو تو پہلے اس کو بیان کرتے ہیں۔مرفوع حدیث نہ ہونے کی صورت میں آثارِ صحابہ نقل کرتے ہیں۔مثلاً ''والصلاۃ الوسطی'' سے کیا مراد ہے؟ اختلاف نقل کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اختلاف کے وقت ہمیں حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کریں۔رسول اللہ ﷺ کی احادیث صراحت کرتی ہیں کہ اس سے مراد صلاۃ العصر ہے۔'' (ج۶ص ۲۱۰، ۲۱۱) پھر ان مرفوع احادیث کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

''حتی یطھرن'' کی تفسیر سلف سے اس طرح نقل کرتے ہیں: '' أخرج ابن جریر وابن المنذر وابن أبي حاتم والنحاس في ناسخه والبیهقي في سننه عن ابن عباس في قوله '' ولا تقربوهن حتی یطهرن '' قال: من الدم وأخرج عبدالرزاق فی المصنف وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر والنحاس عن مجاهد في قوله '' ولا تقربوهن حتی یطهرن '' قال: حتی ینقطع الدم (الدر المنثور ص۲۶۰ ج۱) یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد تابعی رحمہ اللہ سے روایت

ہے کہ ''حتی یطھرن'' سے مراد ہے کہ حیض کا خون بند ہو جائے۔
(۲) شان نزول: آیات و سور کا شان نزول جو کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے مختلف کتب سے نقل کرتے ہیں۔
(۳) مختلف آیات سے صحابۂ کرام کا استدلال نقل کرتے ہیں مثلاً:
سورۃ النساء کی آیت:۱۵۹ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ سے فقیہ الامۃ المحمدیہ امام سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حیاتِ مسیح پر استدلال وغیرہ۔
(۴) جن آیات سے جو مسائل و احکام مستنبط ہوتے ہیں ان کو تفصیل اور تحقیق کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور صحیح و حسن احادیث سے ثابت کرتے ہیں جس کی تفصیل ہم امتیازات وخصائص کے عنوان کے تحت بیان کرر ہے ہیں۔ان شاء اللہ
(۵) جن آیات و مفردات سے جو اعتقادی و ایمانی مسائل استخراج ہوتے ہیں ان کو قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ و تابعین سے ثابت کرنا اور اس طرح فرق ضالہ کا رد کرنا اور ان مسائل میں ہی باطل استدلال کا رد کرنا وغیرہ
تفسیر بالمعقول المحمود: (۱) شاہ صاحب رحمہ اللہ ایک یا ایک سے زائد آیات کا ترجمہ کرنے کے بعد ان آیات کی قرآن و حدیث، تفسیر سلف اور عربی لغت و محاورہ کو سامنے رکھتے ہوئے جامع تشریح کرتے ہیں اور اپنی علمیت کے بھی جواہر و مرجان بکھیرتے ہیں۔اس کی کچھ تفصیل ہم آئندہ ''مستقل سلاسل مباحث'' کے عنوان کے تحت ذکر کریں گے۔ان شاء اللہ
(۲) مصنف اپنے سے متقدم مفسرین کے عقل سدید پر مبنی اثباتِ حق کے لئے استدلالات ونکت کو بیان کرتے ہیں۔اس بات میں وہ اکثر فخر الدین رازی اور ابن القیم وغیرہما سے نقل کرتے ہیں۔ بذاتِ خود ایک مستند و معتمد علیہ عالم کی حیثیت سے وہ معقولی مفسرین کی فقط ان کاوشوں کو نقل کرتے ہیں جو ان کے مقدمہ میں بیان کردہ احکام اور اصول تفسیر سے مطابقت رکھتی ہوں۔ وہ اس سلسلے میں انصاف سے کام لینے والے تھے اور اچھا نکتہ اور اثباتِ حق کے لئے اچھی تحریر جس نے بھی کی ہو اُسے نقل کرنے میں تنگی محسوس نہیں کرتے

تھے۔انھوں نے اس طرح کے استدلالات اور باریک نکتے قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری اور تفسیر مہائمی سے بھی باحوالہ نقل کئے ہیں۔

چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں: آیت ﴿لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (ال عمران:۱۸۰) کی تفسیر میں دیگر مفسرین کی توجیہات واقوال کے درمیان رازی کا قول نقل کرتے ہیں:

''آیت کا مطلب ہے کہ سارے مالکوں کی مالکیت ختم ہو جائے گی مگر اللہ تعالیٰ کی مالکیت ہمیشہ قائم ودائم ہے۔اسی وجہ سے اسے میراث کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔(الرازی ج۹ ص۱۵۔۱۶)''

آیت ﴿وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ﴾ (النساء:۱۳۰) کے تحت قول نقل کرتے ہیں:

''یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ طلاق کے بعد اللہ تعالیٰ دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کا محتاج نہیں بنائے گا۔'' (ص ۶۸ ج ۱۱)

بعد کے الفاظ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا﴾ کے تحت ان کا قول نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ واسع الرزق، واسع الفضل، واسع الرحمۃ، واسع القدرۃ اور واسع العلم ہے مگر یہاں پر مطلقاً واسع بغیر اضافت کے ذکر کیا ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز میں وسعت والا ہے۔ لیکن اگر کسی شے کے ساتھ اضافت کے ساتھ ذکر کیا جاتا تو اسی کے ساتھ خاص سمجھا جاتا۔ عقلاً بھی یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا واجب الوجود ہے باقی ہر چیز مخلوق اور اس کی طرف سے وجود میں لانے سے موجود ہوئی ہے۔اس لئے ایسی ذات بابرکات کا علم، قدرت، حکمت، رحمت، فضل واحسان، جود وکرم بلکہ ہر بات میں واسع اور کشادہ ہونا ضروری ہے۔(الرازی ۱۱/۶۸، ۶۹)''

بعد والی آیت ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ (النساء:۱۳۲) کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں: ''یہ سارا مضمون گویا کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ واسع کی تفسیر و توضیح ہے۔(الرازی ۱۱/۶۹)''

سورۂ انفال (آیت:۷۵) ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں:

''سورت کے خاتمہ پر اس جملہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر بات کی عاقبت کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس لئے بہترین اور حکمت والے احکام بیان کئے ہیں۔اس سے (یہ بھی) ثابت ہوا کہ جن

احکام کو اس سورت میں ذکر کیا گیا ہے اور جو تفصیل بیان کی گئی ہے وہ سب اللہ کی طرف سے حکمت اور فائدے سے بھرپور ہیں اور سب برحق اور محکم ہیں اور ان میں بندوں کے لئے اصلاح کا بڑا سبق ہے اور ان (احکام) میں کوئی بھی چیز عبث یا باطل نہیں ہے کیونکہ جو ہر چیز کا جاننے والا ہے اس کا حکم خطا نہیں ہوسکتا بلکہ ہمیشہ برحق اور باصواب ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب ملائکہ نے انسان کی پیدائش پر کہا: ﴿ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ﴾ تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا: ﴿ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (بقرۃ:۳۰) یعنی جب تم جانتے ہو کہ میں ہر چیز کی حقیقت اور عاقبت کو جانتا ہوں تو پھر یہ بھی جان لو کہ میرے تمام کام غلطی سے پاک ہیں، اسی طرح یہاں پر سمجھنا چاہیے (الرازی ۱۵/۲۱۴)''

[باقی آئندہ شمارے میں، ان شاء اللہ]

اللہ عرش پر ہے۔

حافظ معاذ علی زئی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص تین کام کرے تو اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔ (۱) جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے کیونکہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق (معبودِ برحق) نہیں ہے۔ (۲) اور خوشی سے اپنے مال کی ہر سال زکوٰۃ ادا کرے، نہ بوڑھا جانور دے اور نہ خارشی، نہ بیمار دے اور نہ بُری قسم کا اور نہ اپاہج دے بلکہ اپنے مال میں سے متوسط (درمیانہ) مال ادا کرے کیونکہ اللہ کو تمھارے بہترین مال کی (زکوٰۃ میں) کوئی ضرورت نہیں اور نہ وہ تمھارا بدترین مال تم سے طلب کرتا ہے۔ (۳) اور جو آدمی اپنا تزکیہ کرے۔ ایک آدمی نے پوچھا: یا رسول اللہ! اپنے تزکیے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ جان لے کہ وہ جہاں بھی ہے اللہ اس کے ساتھ ہے۔

(کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی ج ا ص ۲۶۹، ۲۷۰ وسندہ حسن)

اس روایت کی تشریح میں حاکم نیشاپوری نے ابو عمرو (احمد بن المبارک) المستملی (حمکویہ) کے اپنے خط (کتاب) سے نقل کیا کہ (امام) محمد بن یحییٰ (الذہلی النیسابوری) نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ اللہ کا علم ہر مکان کو (احاطہ میں لئے ہوئے) محیط ہے اور اللہ عرش پر ہے۔

(العلو للعلی الغفار للذہبی ص ۱۳۶، وھو صحیح مختصر العلو للالبانی ص ۲۰۱)

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

جنابت اور حیض کی حالت میں قرآن کی تلاوت اور مسجد میں داخلہ

سوال: براہِ مہربانی ایک سوال کا جواب (ماہنامہ) الحدیث میں شائع فرما دیں۔ کیا جنابت اور حیض کی حالت میں قرآن پڑھنا اور مسجد میں داخل ہونا حرام ہے؟

(عابدہ پروین، لاہور)

الجواب: یہ سوال درج ذیل صورتوں پر مشتمل ہے:

۱: حالتِ جنابت میں قرآنِ مجید پڑھنا ۲: حالتِ حیض میں قرآن مجید پڑھنا

۳: جنبی کا مسجد میں داخل ہونا ۴: حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا

مندرجہ بالا صورتوں کے جوابات بالترتیب درج ذیل ہیں:

① حالتِ جنابت میں قرآنِ مجید پڑھنا جائز نہیں ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھنے سے، جنابت کے علاوہ کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔ (سنن ابی داود: ۲۲۹، وسندہ حسن لذاتہ، وصححہ الترمذی: ۱۴۶، وابن خزیمہ: ۲۰۸، وابن حبان، الاحسان: ۷۹۶/۷۹۹، الموارد: ۱۹۲، ۱۹۳، وابن الجارود: ۹۴، والحاکم ۱۰۷/۴ ح ۷۰۸۳ والذہبی والبغوی فی شرح السنۃ ۴۲/۲ ح ۲۷۳ وابن السکن وعبدالحق الاشبیلی کمافی التلخیص الحبیر ۱۳۹/۱ ح ۱۸۹)

اس حدیث کے راوی امام شعبہ نے فرمایا: ''**هذا ثلث رأس مالي**''

یہ (حدیث) میرے سرمائے کا ایک تہائی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۱۰۴/۱ ح ۲۰۸ وسندہ صحیح)

امام شعبہ سے اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ''**والحق أنه من قبیل الحسن یصلح للحجة**''

اور حق یہ ہے کہ یہ (حدیث) حسن کی قسم سے ہے، حجت ہونے کے لائق ہے۔

(فتح الباری ۱/۴۰۸ ح ۳۰۵)

اس حدیث کے راوی عبداللہ بن سلمہ کی توثیق جمہور محدثین سے ثابت ہے اور ائمہ کرام کی اس تصحیح سے واضح ہوا کہ انھوں نے یہ حدیث اختلاط سے پہلے بیان کی ہے۔

ایک دوسری سند کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ثابت ہے کہ قرآن مجید اس وقت تک پڑھو جب تک جنبی نہ ہو جاؤ اور اگر جنابت لاحق ہو جائے تو پھر ایک حرف (بھی) نہ پڑھو۔

(سنن الدارقطنی ۱/۱۱۸ ح ۴۱۹ وقال: ''صحیح عن علی'' وسندہ حسن)

یعنی تمھیں قرانِ مجید پڑھنے سے جنابت کے علاوہ کوئی چیز نہ روکے، تو معلوم ہوا کہ جنابت کی صورت میں قرآنِ مجید پڑھنا نہیں چاہئے۔

مشہور تابعی ابووائل شقیق بن سلمہ نے فرمایا: جنبی اور حائضہ (دونوں) قرآن نہ پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۰۲ ح ۱۰۸۵، وسندہ صحیح)

ان کے مقابلے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنبی کے لئے ایک دو آیتیں پڑھنا جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ تغلیق التعلیق ۲/۱۷۲، وسندہ صحیح، عمدۃ القاری ۳/۲۷۴، نیز دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ مطبوع ۱/۱۰۲ ح ۱۰۸۹، اور صحیح بخاری قبل ح ۳۰۵)

امام محمد بن علی الباقر کے نزدیک بھی جنبی کا ایک دو آیتیں پڑھنا جائز ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱۰۲ ح ۱۰۸۸، وسندہ صحیح)

خلاصۃ التحقیق: راجح یہی ہے کہ جنبی کے لئے قرآنِ مجید کی تلاوت جائز نہیں ہے تاہم وہ مسنون اذکار مثلاً وضو سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھ سکتا ہے جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۳۷۳)

② حالتِ حیض میں قرآنِ مجید پڑھنا جائز نہیں ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنبی اور حائضہ (عورت) قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھیں۔ (سنن الترمذی: ۱۳۱، وسنن ابن ماجہ: ۵۹۵، وسندہ ضعیف)

لیکن یہ روایت اسماعیل بن عیاش کی غیر شامیوں سے روایت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے

سنن الترمذی (۱۳۱ بتحقیقی)

بعض علماء کے نزدیک حائضہ کا قرآن مجید پڑھنا (مشروط) جائز ہے اور بعض علماء اسے ناجائز سمجھتے ہیں جن میں سے ابو وائل رحمہ اللہ کا قول گزر چکا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک حائضہ (اگر حافظہ ہے تو اس) کے لئے قراءتِ قرآن جائز ہے ورنہ وہ قرآن بھول سکتی ہے۔ دیکھئے خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ کی کتاب ''قد قامت الصلوة'' (ص ۹۶)

خلاصۃ التحقیق: حائضہ کے لئے تلاوتِ قرآن جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ حافظہ یا مدرسہ ہو تو حالتِ اضطرار کی وجہ سے اس کے لئے یہ عمل جائز ہے۔ واللہ اعلم

③ جنبی کا مسجد میں داخل ہونا (بغیر شرعی عذر کے) جائز نہیں ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فإني لا أحل المسجد لحائض و لا جنب.)) پس بے شک میں مسجد کو حائضہ اور جنبی کے لئے حلال قرار نہیں دیتا۔ (سنن ابی داود: ۲۳۲ وسندہ حسن، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۷)

اس حدیث کی راویہ جسرہ بنت دجاجہ کی حدیث قولِ راجح میں حسن کے درجے سے نہیں گرتی اور افلت بن خلیفہ العامری صدوق ہیں، ان پر جرح مردود ہے۔

ایک مشہور حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کی حالت میں مسجد میں ہوتے تو اپنا سر مبارک باہر نکالتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرے سے ہی آپ کے سر مبارک کی کنگھی کرتی تھیں اور وہ حالتِ حیض میں ہوتی تھیں۔ (دیکھئے صحیح البخاری: ۲۹۶)

اس سے بھی جسرہ بنت دجاجہ کی حدیث کے بعض مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ بعض علماء نے سورۃ النساء کی آیت: ۴۳ ﴿ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ﴾ سے استدلال کیا ہے کہ اگر جنبی کا راستہ ہی مسجد میں سے ہے تو وہ (غسل وغیرہ کے لئے) گزر سکتا ہے۔

④ حائضہ کا بھی مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ اس کی دلیل شق نمبر ۳ کے تحت گزر چکی ہے۔ والحمد للہ (۲۸/ مئی ۲۰۰۷ء)

حافظ زبیر علی زئی

''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب کے تیس (۳۰) جھوٹ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله الأمين ، أما بعد :

جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے۔ نبی ﷺ نے ''**قول الزور**'' جھوٹے قول کو ((**أكبر الكبائر**)) کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ قرار دیا ہے۔
دیکھئے صحیح البخاری (۲۶۵۴) وصحیح مسلم (۸۷، دارالسلام: ۲۵۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**إنّ كذبًا عليّ ليس ككذب على أحد ، من كذب عليّ متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار .**))
مجھ پر جھوٹ بولنا کسی دوسرے آدمی پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے۔ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنالے۔
(صحیح بخاری: ۱۲۹۱، واللفظ لہ، وصحیح مسلم: ۴)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ((**إنّ الذي يكذب عليّ يبنى له بيت فى النار .**))
جو شخص مجھ پر جھوٹ بولتا ہے (تو) اس کے لئے (جہنم کی) آگ میں ایک گھر بنایا جاتا ہے۔ (مسند احمد ۲/ ۲۲ ح ۴۷۴۲ وسندہ صحیح)

نبی ﷺ نے فرمایا: ((**من روى عني حديثًا وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين .**)) جس نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی اور وہ جانتا ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے تو یہ شخص جھوٹوں میں سے ایک یعنی کذاب ہے۔ (مسند علی بن الجعد: ۱۴۰، وسندہ صحیح، صحیح مسلم: ۱)

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' **يا أيها الناس! إياكم و الكذب فإن الكذب مجانب للإيمان .** '' اے لوگو! جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ایمان کے منافی ہے۔
(مسند احمد ۱/ ۵ ح ۱۶، وسندہ صحیح)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**کل الخلال یطبع علیها المؤمن إلا الخیانة و الکذب .**'' مومن میں ہر (بُری) خصلت ہوسکتی ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔ (ذم الکذب لابن ابی الدنیا: ۲۵ وسندہ صحیح)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ''**قد ذهب طائفة من العلماء إلی أن الکذب علی النبي صلی اللہ علیہ وسلم کفر ینقل عن الملة ، و لا ریب أن تعمد الکذب علی الله ورسوله في تحلیل حرام أو تحریم حلالٍ کفر محض .**''

علماء کے ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا کفر ہے جو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے والے کو) ملت (اسلامیہ) سے خارج کر دیتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنا کفرِ محض ہے۔ (کتاب الکبائر ص ۲۳ باب ۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف، الریاض)

اس تمہید کے بعد انوار خورشید دیوبندی کی کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' سے تیس موضوع و باطل روایتیں مع تبصرہ پیشِ خدمت ہیں، جن میں سیدنا و محبوبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور تابعین پر جھوٹ بولا گیا ہے۔

جھوٹ نمبر ۱: انوار خورشید دیوبندی لکھتے ہیں:

''حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کنوئیں پر اپنی چھاگل میں پانی کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور فرمایا کہ عمار کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو رہا ہوں اسے تھوک لگ گیا ہے، آپ نے فرمایا عمار کپڑے کو پانچ چیزیں لگ جانے کی وجہ سے دھونا چاہئے۔ پیشاب، پاخانہ، قئے، خون اور منی۔ عمار تمہارا تھوک، تمہاری آنکھوں کے آنسو اور وہ پانی جو تمہاری چھاگل میں ہے سب برابر ہیں (یعنی سب پاک ہیں)'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۱۴۷ نمبر ۱۱ بحوالہ دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۷)

تبصرہ: اس روایت کے راوی ثابت بن حماد کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: ''**لم یروه غیر ثابت بن حماد وهو ضعیف جدًا**'' إلخ اسے ثابت بن حماد کے سوا

کسی نے روایت نہیں کیا اور وہ سخت ضعیف ہے۔ (سنن الدارقطنی ۱/۷۱ح ۲۵۲)

بیہقی نے فرمایا: ''**فهذا باطل لا أصل له .. . وثابت بن حماد متهم بالوضع**''

پس یہ (روایت) باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ...اور ثابت بن حماد وضعِ حدیث کے ساتھ متہم ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۱۴) یعنی یہ شخص حدیثیں گھڑتا تھا۔

حافظ ابن تیمیہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: ''**هذا الحديث كذب عند أهل المعرفة**'' یہ حدیث اہلِ معرفت (ماہر محدثین) کے نزدیک جھوٹ ہے۔

(لسان المیزان ج ۲ ص ۷۶، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۳۳)

تنبیہ: ابراہیم بن زکریا (ایک ضعیف شخص اور باطل روایات بیان کرنے والے) نے کہا:

''**نا ثابت بن حماد و كان ثقة**'' (البحر الزخار ۴/۲۳۴ ح ۱۳۹۷)

موضوع روایات بیان کرنے والے اس ابراہیم بن زکریا پر شدید جروح کے لئے دیکھئے لسان المیزان (۱/۵۸، ۵۹ دوسرا نسخہ ۱/۸۵، ۸۶) لہٰذا ابراہیم مذکور کا ثابت بن حماد کو ثقہ کہنا مردود ہے۔ یہاں پر یہ بات بڑی عجیب و غریب ہے کہ ابراہیم بن زکریا کی توثیق کو زیلعی نے بزار کی طرف منسوب کر دیا ہے۔! (دیکھئے نصب الرایہ ۱/۲۱۱)

حافظ برہان الدین الحلبی (متوفی ۸۴۱ھ) نے یہ روایت اپنی کتاب ''**الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث**'' میں ذکر کی ہے۔ (ص ۱۱۸ ت ۱۸۱)

جھوٹ نمبر ۲: حدیث اور اہلحدیث (ص ۱۶۸ نمبر ۵ بحوالہ دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۷)

تبصرہ: یہ وہی موضوع روایت ہے جو جھوٹ نمبر ۱ میں مع تبصرہ گزر چکی ہے۔

جھوٹ نمبر ۳: انوار خورشید لکھتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہئے کہ اللہ کا نام لے لے (بسم اللہ پڑھ لے) اس طرح سارا جسم پاک ہوگا اور اگر کسی نے دورانِ وضو اللہ کا نام نہ لیا تو جس عضو پر پانی جائے گا وہی پاک ہوگا۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۱۸۰ نمبر ۴ بحوالہ بیہقی ج ۱ ص ۴۴)

تبصرہ: اس روایت کا ایک راوی ابوزکریا یحییٰ بن ہاشم السمسار ہے جس کے بارے میں ابن عدی نے کہا: ''**یضع الحدیث ویسرقه**'' وہ حدیثیں گھڑتا تھا اور حدیثیں چوری کرتا تھا۔ (الکامل ۲۷۰۶/۷، دوسرا نسخہ ۱۲۰/۹)

ابوحاتم الرازی نے کہا: ''**کان یکذب**'' إلخ وہ جھوٹ بولتا تھا۔ (الجرح والتعدیل ۱۹۵/۹)

محدث شہیر ابویحییٰ محمد بن عبدالرحیم البزاز عرف صاعقہ نے فرمایا: ''**وکان یضع الحدیث**'' اور وہ (یحییٰ بن ہاشم) حدیثیں گھڑتا تھا۔ (تاریخ بغداد ۱۶۵/۱۴، وسندہ صحیح)

حافظ ابن حبان اور عقیلی نے کہا: وہ ثقہ راویوں پر حدیثیں گھڑتا تھا۔

(المجروحین ۱۲۵/۳، الضعفاء للعقیلی ۴۳۲/۴)

جھوٹ نمبر۴: انوار خورشید لکھتے ہیں:

''حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے وضوء کیا اور وضو کرتے وقت اللہ کا نام لیا تو یہ اس کے (سارے) بدن کی طہارت ہوگا، فرمایا جس نے وضو کیا اور وضو کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لیا تو یہ صرف اس اعضاء وضو کی طہارت ہوگا۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۱۸۰ نمبر ۵ بحوالہ دارقطنی ج ۱ ص ۷۴)

تبصرہ: اس روایت کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن حکیم (الداہری) ہے جس کے بارے میں جوزجانی نے کہا: ''**کذاب**'' جھوٹا ہے۔ (احوال الرجال: ۲۱۸)

ابونعیم الاصبہانی نے کہا: ''**حدّث عن إسماعیل بن أبي خالد والأعمش والثوري بالموضوعات**'' اس نے اسماعیل بن ابی خالد، اعمش اور ثوری سے موضوع روایتیں بیان کی ہیں۔ (کتاب الضعفاء: ۱۰۹)

عقیلی نے کہا: ''**یحدّث بأحادیث لا أصل لها**'' وہ ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ (کتاب الضعفاء ۲۴۱/۲، دوسرا نسخہ ۶۳۴/۲)

حافظ ذہبی نے کہا: ''**واهٍ، متهم بالوضع**'' کمزور ہے، متہم بالوضع ہے یعنی اس پر (محدثین کی طرف سے) حدیثیں گھڑنے کی جرح ہے۔ (دیکھئے المغنی فی الضعفاء: ۳۱۴۴)

جھوٹ نمبر ۵: انوار خورشید لکھتے ہیں:

'' حکیم بن سلمہ بنو حنیفہ کے ایک شخص سے جسے جری کہا جاتا ہے۔ روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بسا اوقات میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں اور میرا ہاتھ شرمگاہ پر پڑ جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا نماز جاری رکھا کرو۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۱۹۸ نمبر ۲ بحوالہ ابن مندہ و اعلاء السنن ج ۱ ص ۱۱۹)

تبصرہ: اس روایت کی سند کا دارومدار سلام الطّویل پر ہے جس کے بارے میں ابن حبان نے کہا: ''یروي عن الثقات الموضوعات کأنه کان المتعمد لها''

وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا گویا کہ وہ جان بوجھ کر ایسا کرتا تھا۔

(المجروحین ۱/ ۳۳۹، نصب الرایہ ۲/ ۴۱۲ واللفظ لہ)

جھوٹ نمبر ۶: انوار خورشید نے لکھا ہے:

'' حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ تیمّم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لئے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لئے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۲۲۳ نمبر ۷ بحوالہ مسند امام زید ص ۷۷)

تبصرہ: مسند زید کا بنیادی راوی ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی ہے۔ (دیکھئے مسند زید ص ۴۸)

اس عمرو بن خالد کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: کذاب .

(الجرح والتعدیل ۶/ ۲۳۰ وسندہ صحیح، تاریخ ابن معین: ۱۵۰۲ واللفظ لہ)

امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: عمرو بن خالد الواسطی حدیث گھڑتا تھا۔

(الجرح والتعدیل ۶/ ۲۳۰ وسندہ حسن)

ابوزرعہ الرازی نے کہا: ''و کان یضع الحدیث'' اور وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

(الجرح والتعدیل ۶/ ۲۳۰)

امام وکیع بن الجراح نے کہا: ''کان کذاباً'' وہ کذاب (جھوٹا) تھا۔

(کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی ج ۱ ص ۷۰۰ وسندہ صحیح)

دار قطنی نے کہا: **کذاب** (الضعفاء والمتروکون للدارقطنی: ۴۰۳)

جھوٹ نمبر ۷: انوار خورشید نے لکھا ہے:

''حضرت ابوامامہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۲۲۶ نمبر ۱، بحوالہ الکبیر والاوسط للطبرانی، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۸۰)

تبصرہ: اس روایت کا ایک راوی العلاء بن کثیر ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: ''**يروي الموضوعات عن الأثبات**''

یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات بیان کرتا تھا۔ (المجروحین ۲/ ۱۸۱، ۱۸۲)

جھوٹ نمبر ۸: انوار خورشید نے لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ آیت کریمہ **و اذا قرئ القرآن** کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۰۰ نمبر ۴ بحوالہ کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۸۷)

تبصرہ: اس روایت کا دارومدار ہشام بن زیاد پر ہے جس کے بارے میں ابن حبان نے کہا: ''**كان ممن يروي الموضوعات عن الثقات**'' إلخ وہ ان لوگوں میں تھا جو ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتے ہیں۔ (المجروحین ۳/ ۸۸)

تنبیہ: کذاب، متروک، جمہور کے نزدیک مجروح راوی اور موضوع روایتیں بیان کرنے والے کو بعض محدثین کا ضعیف وغیرہ کہنا چنداں مفید نہیں ہوتا بلکہ وہ کذاب کا کذاب ہی رہتا ہے۔

جھوٹ نمبر ۹: انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ کے ساتھ قرأت کرنے لگے۔ نماز پوری ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قراءت کی ہے۔ تین دفعہ آپ نے یہ سوال کیا، ایک صاحب بولے جی ہاں یارسول اللہ میں **سبح اسم ربك الاعلى** پڑھ رہا تھا۔

آپ نے فرمایا کیا ہو گیا کہ مجھے قرآن کی قرأت میں کشمکش میں ڈالا جاتا ہے کیا تمہیں امام کی قراءۃ کافی نہیں ہے۔ امام تو بنایا ہی اس لئے جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۰۵، ۳۰۶ نمبر ۱۵، بحوالہ کتاب القرأۃ للبیہقی ص ۱۱۴)

تبصرہ: اس موضوع روایت کا ایک راوی عبدالمنعم بن بشیر ہے جس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: '' **أتیته فأخرج إلینا أحادیث أبي مودود نحو مائتي حدیث کذب** '' میں اس کے پاس گیا تو اس نے ہمارے سامنے ابومودود کی تقریباً دوسو جھوٹی روایتیں پیش کیں۔ (سوالات ابن الجنید الختلی: ۸۰۷)

محدث خلیلی نے کہا: '' **وھو وضاع علی الأئمة** ''

اور وہ (عبدالمنعم بن بشیر) اماموں پر جھوٹ گھڑنے والا ہے۔ (الارشاد ۱/ ۱۵۸)

امام احمد بن حنبل نے اسے '' **الکذاب** '' کہا۔

(لسان المیزان ۴/ ۵۷ دوسرا نسخہ ۴/ ۷۹، الارشاد للخلیلی ۱/ ۱۵۹)

امام احمد نے ابومودود کو ثقہ کہا: (میزان الاعتدال ۲/ ۶۶۹، کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد ۱/ ۲۱۲ فقرہ: ۱۱۵۳)

بعض ناسمجھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ توثیق عبدالمنعم کی ہے حالانکہ یہ توثیق ابومودود کی ہے۔

عبدالمنعم بن بشیر کے بارے میں حاکم نے کہا: اس نے مالک اور عبداللہ بن عمر سے موضوع روایتیں بیان کی ہیں الخ (المدخل ص ۱۷۷، فقرہ: ۱۴۲)

لہٰذا یعقوب بن سفیان کا اس کذاب سے روایت کرنا چنداں مفید نہیں ہے۔

اس سند کا دوسرا راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم عن ابیہ الخ ہے۔ حاکم نے کہا: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اپنے ابا سے موضوع روایتیں بیان کی ہیں۔ الخ (المدخل ص ۱۵۴ ت ۹۷)

خلاصہ یہ کہ یہ سند موضوع ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۰: انوار خورشید لکھتے ہیں:

'' حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ السلام سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے

قرأت کروں یا خاموش رہوں ۔آپ نے فرمایا خاموش رہو کیونکہ تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۰۶ نمبر ۱۷، بحوالہ کتاب القرأۃ للبیہقی ص ۱۶۳)

تبصرہ: یہ روایت بیان کر کے امام بیہقی نے حارث بن عبداللہ الاعور (اس روایت کے راوی) پر شدید جرح کر رکھی ہے۔مشہور تابعی امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے حارث الاعور نے حدیث بیان کی اور وہ کذاب (جھوٹا) تھا۔ (صحیح مسلم، ترقیم دارالسلام:۴۴)

امام شعبی گواہی دیتے تھے کہ حارث الاعور جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

(صحیح مسلم، دارالسلام:۴۵ وسندہ صحیح)

ایک دفعہ مشہور تابعی مرہ الہمدانی رحمہ اللہ حارث الاعور کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن وہ بھاگ گیا۔ (صحیح مسلم:۴۹)

ابراہیم (نخعی) اسے متہم سمجھتے تھے۔ (صحیح مسلم:۴۸)

امام علی بن عبداللہ المدینی نے کہا کہ حارث (الاعور) کذاب ہے۔

(احوال الرجال للجوزجانی:۱ ا ص ۴۶ وسندہ صحیح)

امام ابوخیثمہ زہیر بن حرب نے فرمایا: ''**الحارث الأعور کذاب**''

حارث اعور کذاب ہے۔ (الجرح والتعدیل ۳/ ۷۹ وسندہ صحیح)

ان کے علاوہ جمہور محدثین نے حارث الاعور پر جرح کر رکھی ہے لہٰذا بعض کی طرف سے اس کی توثیق مردود ہے اور یہ کہنا کہ شعبی نے اسے اس کی رائے میں جھوٹا کہا ہے، صحیح نہیں ہے۔نیز دیکھئے حاشیہ تہذیب الکمال (ج ۲ ص ۲۰ تحقیق بشار عواد معروف)

جھوٹ نمبر ۱۱: انوار خورشید نے لکھا ہے:

''نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔میری داہنی طرف ایک انصاری صحابی تھے۔انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کی اور میری بائیں طرف قبیلہ مزینہ کے ایک صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ میرے پیچھے کس نے قراءت کی ہے۔انصاری

بولے میں نے یارسول اللہ: آپ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے، تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہوتی ہے، جو صاحب کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی حصہ ملا ہے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۳۱۸، ۳۱۹ نمبر ۴۲ بحوالہ کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۷۶)

تبصرہ: یہ روایت بیان کرنے کے بعد امام بیہقی نے لکھا ہے: ''**هذا إسناد باطل ....**''

یہ سند باطل ہے۔ (کتاب القراءت ص ۱۷۷ ح ۴۱۸)

اس کا ایک راوی محمد بن اسحاق الاندلسی ہے جس کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: ''**محمد بن محصن ويقال ابن إسحاق الأندلسی العكاشي عن الثوري والأوزاعي وابن عجلان و ابن أبي عبلة متروك يضع**''

محمد بن محصن اور کہا جاتا ہے ابن اسحاق اندلسی اور عکاشی: ثوری، اوزاعی، ابن عجلان اور ابن ابی عبلہ سے روایت کرتا ہے، متروک ہے، روایتیں گھڑتا ہے۔ (سوالات البرقانی: ۴۵۹)

محمد بن محصن العکاشی الاسدی کے شاگردوں میں سلیمان بن سلمہ الخبائری ہے۔ (تہذیب الکمال ۴۹۶/۵) اور کتاب القراءت میں بھی اس کا شاگرد سلیمان بن سلمہ ہے۔

محمد بن اسحاق العکاشی کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: **کذاب**

(کتاب الضعفاء للعقیلی ۲۹/۴ وسندہ حسن)

ابن حبان نے کہا: ''**شيخ يضع الحديث على الثقات ، لا يحل ذكره فی الكتب إلا علٰى سبيل القدح فيه**'' شیخ، ثقہ راویوں پر حدیث گھڑتا تھا، کتابوں میں اس پر جرح کے بغیر اس کا ذکر حلال نہیں ہے۔ (المجروحین ۲۷۷/۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے محمد بن اسحاق الاندلسی اور محمد بن محصن کو علیحدہ علیحدہ قرار دیا ہے لیکن حافظ صاحب کی یہ بات محلِ نظر ہے۔

اس روایت کا دوسرا راوی سلیمان بن سلمہ (الخبائری) ہے جس کے بارے میں امام علی بن الحسین بن جنید نے کہا: **کان یکذب** وہ جھوٹ بولتا تھا الخ (الجرح والتعدیل ۱۲۲/۴ وسندہ صحیح)

ابن حبان نے کہا: ''**كان يروي الموضوعات عن الأثبات**''

وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا۔ (المجروحین ۴۳/۳ ترجمۃ مؤمل بن سعید الرجبی)

جو مردود روایتیں امام بیہقی اپنی کتاب القراءت میں بطورِ رد بیان کرتے ہیں اور ان پر جرح کرتے ہیں تو ان سے یہ تقلیدی حضرات استدلال کرتے ہیں۔ **سبحان الله !**

کیا انصاف ہے؟!

جھوٹ نمبر ۱۲: انوار خورشید لکھتے ہیں:

''حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں امام کے پیچھے قرأت نہ کروں۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۲۰ نمبر ۴۷ بحوالہ کتاب القرأۃ للبیہقی ص ۱۷۵)

تبصرہ: یہ روایت بیان کرنے کے بعد امام بیہقی نے فرمایا کہ ابو عبداللہ الحافظ (حاکم نیشاپوری) نے کہا: ''**هذا باطل**'' إلخ یہ باطل ہے۔ (کتاب القراءت ص ۱۷۶)

اس کا راوی ابو حامد احمد بن محمد بن القاسم السرخسی متہم ہے۔ (لسان المیزان ۲۹۰/۱)

یعنی وہ وضعِ حدیث کے ساتھ متہم ہے۔ (الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث ص ۸۲ رقم: ۱۰۵)

اس کا دوسرا راوی اسماعیل بن الفضل ہے۔ سیوطی نے کہا: ''**وإسماعيل كذاب**'' اور اسماعیل بن الفضل کذاب ہے۔ (ذیل اللآلی المصنوعۃ ص ۱۱۳)

جھوٹ نمبر ۱۳: انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت علقمہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مجھے جنڈ درخت کے جلتے کوئلوں کو منہ میں لے لینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۳۳۱ نمبر ۳ بحوالہ کتاب القراءت للبیہقی ص ۱۴۵، وموطأ محمد بن الحسن الشیبانی ص ۹۸)

تبصرہ: موطأ شیبانی میں تو یہ روایت ان الفاظ یا مفہوم کے ساتھ مجھے نہیں ملی اور شیبانی مذکور بذاتِ خود مجروح ہے۔ اس کے بارے میں اسماء الرجال کے مشہور امام یحییٰ بن معین نے گواہی دی: ''**جهمي كذاب**'' وہ جہمی کذاب (جھوٹا) ہے۔

(کتاب الضعفاء للعقیلی ۵۲/۴ وسندہ صحیح)

اور فرمایا: ''ليس بشئ ولا تكتب حديثه''

وہ کوئی چیز نہیں ہے اور تم اس کی حدیث نہ لکھو۔ (تاریخِ بغداد ۱۸۰/۲، ۱۸۱، وسندہ حسن)

امامِ اہلِ سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ليس بشئ ولا يكتب حديثه''

وہ کوئی چیز نہیں ہے اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (الکامل لابن عدی ۲۱۸۳/۶ وسندہ صحیح)

کتاب القراءت للبیہقی میں اس کا راوی عمرو بن عبدالغفار ہے جس کے بارے میں ابن عدی نے کہا: وہ جب فضائل میں کچھ بیان کرے تو متہم ہے اور سلف (صالحین) اسے متہم قرار دیتے تھے کہ وہ فضائل اہلِ بیت میں حدیثیں گھڑتا ہے۔ الخ

(الکامل ۱۷۹۷/۵، دوسرا نسخہ ۲۵۳/۶)

ذہبی نے کہا: ''هالك'' عمرو بن عبدالغفار ہلاک کرنے والا ہے۔ (المغنی فی الضعفاء: ۴۶۷۸)

جھوٹ نمبر ۱۴: انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت حمادؒ سے اور وہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اور وہ حضرت اسودؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز میں کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہ اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۹۷/۳ نمبر ۱۵، بحوالہ جامع المسانید ج ا ص ۳۵۵)

تبصرہ: جامع المسانید میں اس کا بنیادی راوی ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب البخاری الحارثی ہے جس کے بارے میں ابو احمد الحافظ اور ابو عبداللہ الحاکم نے فرمایا:

''كان .... ينسج الحديث'' وہ حدیثیں بناتا تھا۔

(کتاب القراءت للبیہقی ص ۱۵۴، دوسرا نسخہ ص ۱۷۸ ح ۳۸۸ وسندہ صحیح)

برہان الدین الحلبی نے اسے ''الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث'' میں ذکر کیا ہے۔ (ص ۲۴۸ رقم: ۴۱۱) اس روایت کی باقی سند بھی مردود ہے۔ مفصل تحقیق کے لئے دیکھئے نور العینین طبع دسمبر ۲۰۰۶ء (ص ۴۳)

جھوٹ نمبر ۱۵: انوار خورشید نے لکھا ہے:

''حضرت جابرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؒ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کو دیکھا کہ انہوں نے رفع یدین کیا، تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت میں نے اُن سے اس کے متعلق سوال کر دیا۔ انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۴۰۸ بحوالہ مسند احمد ج ۲ ص ۴۶)

تبصرہ: جابر سے مراد جابر بن یزید الجعفی ہے جس کے بارے میں امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

''ما رأيت أحدًا أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح''

میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔

(العلل الصغیر للترمذی مع السنن ص ۸۹۱ وسندہ حسن، تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۱۳۹۸ مختصراً وسندہ حسن)

امام یحییٰ بن معین نے کہا: ''**وكان جابر كذابًا**'' اور جابر (جعفی) کذاب تھا۔

(تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۳۹۷)

زائدہ بن قدامہ نے کہا: ''**كان جابر الجعفي كذابًا يؤمن بالرجعة**''

جابر جعفی کذاب تھا، (شیعہ کے خود ساختہ نظریہ) رجعت (سیدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے دنیا میں دوبارہ آنے) کا عقیدہ رکھتا تھا۔ (روایۃ الدوری: ۱۳۹۹، وسندہ صحیح)

جوزجانی نے کہا: ''کذاب'' (احوال الرجال: ۲۸) ابن حبان نے کہا: وہ سبائی (رافضی) تھا۔ (المجروحین ۱/۲۰۸) ان کے علاوہ جمہور نے اس پر جرح کی ہے لہٰذا بعض محدثین کی طرف سے اس کی توثیق مردود ہے۔

اس موضوع روایت پر انوار خورشید نے باب باندھا ہے: ''حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت سالمؒ اور قاضی محارب بن دثارؒ کا اعتراض کرنا۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۴۰۸)

یہ عنوان سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔ استاد سے شاگرد کا علم حاصل کرنے کے لئے دلیل پوچھنا اعتراض نہیں کہلاتا۔ مشہور محدث ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم السراج فرماتے ہیں:

''ثنا محمد بن علي بن شقيق قال :سمعت أبي :أنا أبو حمزة عن سليمان الشيباني قال :رأيت سالم بن عبدالله إذا افتتح الصلوٰة . رفع يديه فلما ركع رفع يديه فلما رفع رأسه رفع يديه فسألته فقال :رأيت أبي يفعله فقال : رأيت رسول الله ﷺ يفعله .'' سلیمان الشیبانی سے روایت ہے کہ میں نے سالم بن عبداللہ (بن عمر) کو دیکھا، جب انھوں نے نماز شروع کی رفع یدین کیا پھر جب رکوع کیا تو رفع یدین کیا، پھر جب (رکوع سے) سر اٹھایا تو رفع یدین کیا۔ پس میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: میں نے اپنے ابا (ابن عمر رضی اللہ عنہ) کو ایسا کرتے دیکھا، پھر انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا۔

(حدیث سراج ج ۲ ص ۳۴، ۳۵ ح ۱۱۵، وسندہ صحیح، قلمی ص ۱۰، الف)

ابوحمزہ السکری کی بیان کردہ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ نہیں ہوا بلکہ اس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا پھر آپ کی وفات کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا اور ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ نے عمل کیا۔ نبی ﷺ، صحابی اور تابعی کے مسلسل عمل کے بعد بھی اسے منسوخ قرار دینا بہت بڑا ظلم ہے جس کا منکرینِ رفع یدین کو جواب دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

سلیمان الشیبانی کے سوال کو اعتراض قرار دینا ان لوگوں کا کام ہے جو دن کو رات اور حق کو باطل ثابت کرنے کی کوشش میں مسلسل مگن ہیں۔

کیا روئے زمین پر کوئی ایسا منکرِ رفع یدین موجود ہے جو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے سالم بن عبداللہ سے ترکِ رفع یدین ثابت کردے؟ جب سالم سے ترکِ رفع یدین ثابت نہیں تو ان کے والد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ترکِ رفع یدین ثابت نہیں ہے۔ **والحمدللہ**

جھوٹ نمبر ۱۶: انوار خورشید نے لکھا ہے:

''حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضرت اسود بن یزید اور حضرت علقمہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۴۱۳ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

تبصرہ: اس کی سند میں جابر جعفی مشہور کذاب ہے جس کا ذکر جھوٹ نمبر ۱۵ کے تحت گزر چکا ہے۔امام ابوحنیفہ نے بھی جابر جعفی کو کذاب قرار دیا ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۷: انوار خورشید نے لکھا ہے:

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ہر نماز کے بعد جو بندہ بھی اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دعا مانگتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِلٰھِیْ.... تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتا ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو ناکام نہ لوٹائیں۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۴۷۳ نمبر ۱۱، بحوالہ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۴۶)

تبصرہ: عمل الیوم واللیلہ (ح ۱۳۸) کی اس روایت کا راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن ہے جس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**اضرب علٰی أحادیثه، هي كذب**'' إلخ اس کی حدیثوں کو کاٹ دو، یہ جھوٹی ہیں۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲/ ۲۶۹ فقرہ: ۱۹۳۳، کتاب الجرح والتعدیل ۵/ ۳۸۸ وسندہ صحیح)

تنبیہ: مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے علانیہ لکھا ہے:

''نماز کے بعد اجتماعی دعاء کا مروجہ طریقہ بالاجماع بدعت قبیحہ شنیعہ ہے۔

دعاء بعد الفرائض میں رفع یدین نہیں، **الاان یدعوا احیانا لحاجة خاصة۔**''

(نمازوں کے بعد دعاء ص ۱۹، احسن الفتاویٰ ج ۱۰)

جھوٹ نمبر ۱۸: انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکا لے اس طرح کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۴۸۱ نمبر ۵ بحوالہ کنز العمال ج ۷ ص ۵۴۹)

تبصرہ: یہ روایت کنز العمال میں بحوالہ بیہقی (۲/ ۲۲۳) اور ابن عدی (الکامل ۲/ ۵۰۱)

مذکور ہے۔اس کے راوی محمد بن قاسم البلخی کی ایک روایت کے بارے میں ابن حبان نے کہا: اس سے اہلِ خراسان نے ایسی چیزیں روایت کی ہیں جن کا کتابوں میں ذکر کرنا حلال نہیں ہے۔الخ　(المجروحین ۲/۳۱۱)

اس روایت کے دوسرے راوی ابومطیع الحکم بن عبداللہ البلخی کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: ''فھٰذا وضعه أبو مطیع علی حماد'' یہ روایت ابومطیع نے حماد بن سلمہ پر گھڑی ہے۔　(میزان الاعتدال ۳/۴۲ ترجمۃ عثمان بن عبداللہ الاموی)

جھوٹ نمبر۱۹: انوار خورشید نے لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں آپ نے فرمایا چہارزانوں بیٹھ کر پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ خود سمٹ کر بیٹھا کریں۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۴۸۲ نمبر ۱۰، بحوالہ جامع المسانید ج ۱ ص ۴۰۰)

تبصرہ: جامع المسانید میں اس کی دوسندیں ہیں:

پہلی سند: اس میں ابومحمد البخاری الحارثی کذاب ہے جیسا کہ جھوٹ نمبر ۱۴ کے تبصرہ میں باحوالہ گزر چکا ہے۔ابن خالد، زربن نجیح اور ابراہیم بن مہدی نامعلوم ہیں۔ایک ابراہیم بن مہدی کذاب تھا۔دیکھئے تقریب التہذیب (۲۵۷ ولفظہ: کذبوہ)

دوسری سند: اس میں قاضی عمر بن الحسن بن علی الاشنانی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

دارقطنی نے کہا: ''وکان یکذب'' اور وہ جھوٹ بولتا تھا۔(سوالات الحاکم للدارقطنی: ۲۵۲)

برہان الدین الحلبی نے اسے واضعینِ حدیث میں ذکر کیا ہے اور کوئی دفاع نہیں کیا۔دیکھئے الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث (ص ۳۱۱، ۳۱۲ ت ۵۴۱)

اس میں بھی ابن خالد، زربن نجیح اور ابراہیم بن مہدی نامعلوم ہیں۔

جھوٹ نمبر۲۰: انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ہم لوگوں کو امامت کروائیں قرآن میں دیکھ کر اور اس بات سے بھی کہ ہماری

امامت کرائے نابالغ۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص۴۹۱ نمبر۳ بحوالہ کنز العمال ج۸ص ۲۶۳)

تبصرہ: کنز العمال میں یہ روایت بحوالہ ابن ابی داود مذکور ہے۔ ابن ابی داود کی کتاب المصاحف (ص ۲۱۷) میں یہ روایت موجود ہے لیکن اس کی سند میں نہشل بن سعید راوی ہے جس کے بارے میں امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: ''نهشل كذاب''

نہشل کذاب (جھوٹا) ہے۔ (الجرح والتعدیل ۴۹۶/۸ وسندہ صحیح)

ابوعبداللہ الحاکم نے کہا: ''روى عن الضحاك بن مزاحم الموضوعات'' إلخ

اس نے ضحاک بن مزاحم سے موضوع روایتیں بیان کی ہیں۔ (المدخل الی الصحیح ص ۲۱۸ ت ۲۰۹)

یاد رہے کہ روایتِ مذکورہ کو نہشل نے ضحاک (بن مزاحم) سے بیان کر رکھا ہے۔

جھوٹ نمبر۲۱: انوار نے لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے کہ ہم قرآن میں دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں اور اس سے منع فرمایا ہے کہ ہماری امامت بالغ کے علاوہ کوئی اور کرائے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۵۳۲ نمبر۳ بحوالہ کنز العمال ج۸ص ۲۶۳)

تبصرہ: یہ بھی موضوع روایت ہے جو کہ انوار خورشید کے جھوٹ نمبر ۲۰ کے تحت گزر چکی ہے، اس کا راوی نہشل بن سعید کذاب ہے۔

جھوٹ نمبر۲۲: انوار خورشید لکھتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا وتر واجب ہیں ہر مسلمان پر۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۵۴۸ نمبر۱۱، بحوالہ کشف الاستار عن زوائد البزار ج۱ص ۳۵۲)

تبصرہ: اس کا بنیادی راوی جابر الجعفی ہے۔

(دیکھئے کشف الاستار: ۷۴۳، الدرایہ ص۱۱۳، حاشیہ نصب الرایہ ج۲ص ۱۱۳)

جابر جعفی کو امام ابوحنیفہ نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ دیکھئے انوار خورشید کا جھوٹ نمبر ۱۵

جھوٹ نمبر ۲۳: انوار خورشید نے لکھا ہے:

''حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جن میں صرف آخری رکعت ہی میں سلام پھیرا جائے گا۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۴۷۵ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴)

تبصرہ: حسن بصری سے اس جعلی اجماع کا راوی عمرو بن عبید المعتزلی ہے جس کے بارے میں عوف الاعرابی نے کہا: ''کذب واللہ عمرو'' اللہ کی قسم عمرو نے جھوٹ بولا ہے۔

(الجرح والتعدیل ۳/ ۲۴۷ وسندہ صحیح)

یونس نے کہا: عمرو بن عبید حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔ (الجرح والتعدیل ۳/ ۲۴۶ وسندہ حسن)

حمید نے کہا: وہ حسن (بصری) پر جھوٹ بولتا ہے۔ (ایضاً ص ۲۴۶ وسندہ صحیح)

ایوب سختیانی نے کہا: (عمرو نے حسن پر) جھوٹ بولا۔ (التاریخ الصغیر للبخاری ۲/ ۶۷ وسندہ صحیح)

ایسے کذاب کی روایت پیش کر کے صرف تین وتر پر اجماع ثابت کیا جا رہا ہے۔ سبحان اللہ

تنبیہ: نبی کریم ﷺ، صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام سے ایک وتر کا قولاً وفعلاً ثبوت بہت سی صحیح روایات میں آیا ہے۔ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں:

''وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابن عباس وغیرہما صحابہؓ اس کے مقر اور مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ کا وہ مذہب پھر اس پر طعن کرنا مؤلف کا ان سب پر طعن ہے کہو اب ایمان کا کیا ٹھکانا....'' (براہینِ قاطعہ ص ۷)

جھوٹ نمبر ۲۴: انوار خورشید نے لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اہل مکہ تم چار برید سے کم کے سفر میں قصر نہ کیا کرو چار برید مکہ مکرمہ سے عسفان تک ہوتے ہیں۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۲۰۷، ۲۱۷ نمبر ۱۵، بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۷)

تبصرہ: یہ روایت مجمع الزوائد میں بحوالہ الکبیر للطبرانی مذکور ہے اور المعجم الکبیر للطبرانی (۱۱/ ۹۶، ۹۷ ح ۱۱۱۶۲) سنن الدارقطنی (۱/ ۳۸۷ ح ۱۴۳۲) اور السنن الکبریٰ للبیہقی

(۳/۱۳۷، ۱۳۸) میں عبدالوہاب بن مجاہد کی سند سے مذکور ہے۔ عبدالوہاب بن مجاہد مذکور کے بارے میں حاکم نیشاپوری نے کہا: عبدالوہاب اپنے باپ سے موضوع حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (المدخل الی الصحیح ص ۱۷۱)

ابن معین نے کہا: لا شيئ وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (سوالات ابن الجنید: ۲۶۴)

جھوٹ نمبر ۲۵: انوار نے لکھا ہے:

''حضرت مجاہد رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب تم پندرہ دن اقامت کا ارادہ کرلو تو پھر نماز پوری پڑھو۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۲۴۷ نمبر ۴ بحوالہ جامع المسانید ج ۱ ص ۴۰۴)

تبصرہ: اس کا ایک راوی ابو مطیع البلخی کذاب ہے جیسا کہ انوار خورشید کے جھوٹ نمبر ۱۸ میں گزر چکا ہے۔ دوسرا راوی ابن عقدہ چور تھا۔ دیکھئے الکامل لابن عدی (۱/۲۰۹ وسندہ صحیح) یہ شخص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف روایتیں لکھوایا کرتا تھا۔ (دیکھئے سوالات حمزۃ السہمی: ۱۶۶ وسندہ صحیح)
اس روایت کی باقی سند بھی مردود ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۶: انوار خورشید نے لکھا ہے:

''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں ایک دن خطبہ دیا تو فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض فرمایا ہے میری اس جگہ میں اس گھڑی میں میرے اس مہینے میں اس سال میں قیامت تک کے لئے جس نے بلا عذر جمعہ چھوڑا امامِ عادل یا امام جائر (ظالم) کے ہوتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اسے دلجمعی اور استحکام نصیب نہ فرمائے اور اس کے کاروبار میں برکت نہ ہو، خبردار ایسے شخص کی نماز قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کا حج قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کی کوئی نیکی قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کا کوئی صدقہ قبول نہیں۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۶۷۷ نمبر ۴ بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۶۹)

تبصرہ: مجمع الزوائد میں یہ روایت بحوالہ الاوسط للطبرانی مذکور ہے۔ الاوسط (۸/۱۲۱ ح ۷۲۴۲) میں اس کی سند ''فضيل بن مرزوق عن عطية عن أبي سعيد الخدري''

مذکور ہے۔ عطیہ بن سعد العوفی جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ یہ ابوسعید محمد بن السائب الکلبی سے تدلیس کرتا تھا۔ دیکھئے المجروحین لابن حبان (۱۷۶/۲) والعلل لاحمد (۲۲۲/۱ فقرہ: ۱۲۲۵) اورطبقات المدلسین لابن حجر (۱۲۲/۴) وغیرہ

حافظ ابن حبان نے کہا: ''ویروي عن عطیة الموضوعات'' إلخ

اور فضیل بن مرزوق عطیہ سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا۔ (المجروحین ۲۰۹/۲)

اس روایت کا راوی موسیٰ بن عطیہ الباہلی کون ہے؟ کوئی اتا پتا نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۷: انوار دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار رکعات جمعہ کے بعد اور ان دو رکعتوں میں (درمیان میں دو رکعتوں پر سلام پھیر کر) فصل نہیں کرتے تھے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۸۲۴ نمبر ۲ بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۹۵)

تبصرہ: مجمع الزوائد میں یہ روایت بحوالہ الکبیر للطبرانی مذکور ہے۔ المعجم الکبیر (۱۲۹/۱۲ ح ۱۲۶۷۴) میں اس کا راوی مبشر بن عبید ہے جس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے بقیہ اور ابو المغیرہ نے موضوع (جھوٹی) حدیثیں روایت کی ہیں۔ (الجرح والتعدیل ۳۴۳/۸ وسندہ صحیح) اور فرمایا: ''لیس بشيءٍ یضع الحدیث''

وہ کوئی چیز نہیں ہے، وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (العلل ومعرفۃ الرجال ۴۰۱/۱ رقم: ۲۶۰۴)

ابوزرعہ الرازی نے کہا: وہ میرے نزدیک جھوٹ بولتا تھا۔ (کتاب الضعفاء لابي زرعة الرازی ص ۳۲۲) دارقطنی نے کہا: وہ جھوٹ بولتا تھا۔ (الضعفاء والمتروکون: ۵۰۰) اور کہا: وہ متروک الحدیث ہے، حدیثیں گھڑتا تھا۔ (السنن للدارقطنی ۲۳۷/۴ ح ۴۵۲۵)

اس روایت کی باقی سند بھی بہت سی علتوں کے ساتھ مردود ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۸: انوار دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن (گدی) پر مسح کیا تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچالیا

جائے گا۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص۱۸۳ نمبر۱، بحوالہ التلخیص الحبیر ج۱ ص۹۳)

تبصرہ: التلخیص الحبیر (ح ۹۸) میں تو اس کی پوری سند مذکور نہیں ہے لیکن ابن دقیق العید کی کتاب الامام (۵۸۵/۱۔۵۸۶) میں پوری سند موجود ہے جیسا کہ البدر المنیر لابن الملقن (۲۲۳/۲، ۲۲۴) کے حاشیے میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے راوی مسلم بن زیاد الحنفی کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: ''مسلم بن زیاد الحنفي عن فلیح . أتی بخبر کذب في مسح الرقبة .'' مسلم بن زیاد الحنفی فلیح (بن سلیمان) سے گردن کے مسح کے بارے میں جھوٹی روایت لایا ہے۔ (میزان الاعتدال ۱۰۳/۴)

جھوٹ نمبر ۲۹: انوار خورشید لکھتے ہیں:

''حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھ اپنی گردن (گدی) پر پھیرے تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے مامون رہے گا۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص۱۸۳ نمبر۲ بحوالہ مسند فردوس مع تسدید القوس ج۴ ص۴۴)

تبصرہ: مسند فردوس میں تو یہ روایت بے سند ہے لیکن نیچے حاشیے میں اس کی سند لکھی ہوئی ہے جس کا ایک راوی عمرو بن محمد بن الحسن المکاتب ہے۔ حافظ ابن حبان نے عمرو بن محمد کی احادیث کے بارے میں کہا: یہ ساری روایتیں موضوع ہیں. الخ

(المجروحین ۷۵/۲، لسان المیزان ۳۷۵/۴ دوسرا نسخہ ۳۲۷/۵)

حاکم نے کہا: ''ساقط روی أحادیث موضوعة'' الخ وہ ساقط (گرا ہوا) ہے، اس نے موضوع حدیثیں بیان کیں۔ (المدخل الی الصحیح ص۱۶۰ ت۱۰۸)

اس روایت کی باقی سند بھی مردود ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۰: انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ قبر میں بندہ کا سب سے پہلے اسی پر محاسبہ ہوتا ہے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص۱۶۷ نمبر۱ بحوالہ مجمع الزوائد ج۱ ص۲۰۹)

تبصرہ: مجمع الزوائد میں یہ روایت بحوالہ الطبرانی فی الکبیر مروی ہے۔ المعجم الکبیر للطبرانی (۸/۱۵۷ح ۷۶۰۵) میں بکر بن سہل (ضعیف) کی سند کے ساتھ یہ ''عن رجل عن مكحول عن أبي أمامة'' سے مروی ہے۔ یہ رجل کون ہے؟ اس کی تفصیل طبرانی کی اگلی روایت میں ہے۔ ''أيوب بن مدرك عن مكحول عن أبي أمامة'' (ح ۷۶۰۷)

ایوب بن مدرک کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ایوب بن مدرک جو مکحول سے روایت کرتا ہے، کذاب ہے۔ (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۴۶۶۰)

ابن حبان نے کہا: ''روى عن مكحول نسخة موضوعة ولم يره'' ایوب بن مدرک نے مکحول سے موضوع نسخہ بیان کیا ہے اور اس نے مکحول کو نہیں دیکھا۔ (المجروحین ۱/۱۶۸)

قارئین کرام! انوار خورشید دیوبندی کی کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' سے یہ تیس جھوٹی روایات مع تبصرہ اس لئے پیش کی گئی ہیں تا کہ آپ کے سامنے آلِ دیوبند کا اصلی چہرہ واضح ہو جائے۔ یہ لوگ دن رات جھوٹ اور افتراء کو مسلمانوں میں پھیلانے کی شدید کوشش میں اندھا دھند مصروف ہیں۔

حدیث اور اہلحدیث نامی کتاب میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اکاذیب و افتراءات ہیں۔ یہ کتاب ضعیف، سخت ضعیف، شاذ، مرسل، منقطع، مدلَّس، مردود، بے اصل اور غیر متعلقہ روایات و استدلالات سے بھری ہوئی ہے۔

انوار خورشید نے بعض جھوٹی باتیں بذاتِ خود گھڑ رکھی ہیں مثلاً اس نے لکھا ہے:

''نیز غیر مقلدین کو چاہئے کہ گردن سے گردن بھی ملایا کریں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا بھی تذکرہ ہے۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۵۱۹)

حالانکہ کسی ایک حدیث میں بھی صف بندی کے دوران میں گردن سے گردن ملانا مذکور نہیں ہے۔

نادانستہ تحریر و زبانی سہو اور کتابت و کمپوزنگ کی غلطیوں سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہے مثلاً حافظ محمد عبداللہ درخواستی دیوبندی صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے کہ

''اما تفکرا فی قول الله وان تنازعتم فی شئ فردوه الی الله والی الرسول ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر ذلك خیر واحسن تاویلا.''

(تذکرہ حافظ محمد عبداللہ درخواستی تصنیف خلیل الرحمٰن درخواستی ص ۱۸۱)

حالانکہ آیتِ مذکورہ صحیح طور پر درج ذیل ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ (النساء:۵۹)

کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ حافظ عبداللہ درخواستی صاحب نے قرآن پر جھوٹ بولا ہے بلکہ صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح حافظ اپنی تلاوت میں بعض اوقات بھول جاتا ہے تو اسی طرح حافظ درخواستی صاحب اپنی تحریر میں بھول گئے ہیں اور انھیں نادانستہ غلطی لگ گئی ہے۔

اسی طرح کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ سے رہ جانے والی غلطیوں کو کوئی بھی جھوٹ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ان سے محفوظ رہنا بہت مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔

جھوٹ تو وہ ہے جو ذاتی مفاد کے لئے جان بوجھ کر بطورِ استدلال بولا جائے جیسے انوار خورشید دیوبندی نے صف بندی کا مذاق اُڑاتے ہوئے گردن سے گردن ملانے والی ''حدیث'' گھڑلی ہے اور اپنی کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' کو جھوٹی اور مردود روایات سے استدلال کرتے ہوئے بھر دیا ہے۔

یاد رکھیں کہ صحیح احادیث پر عمل کرنے والے اور تحقیق کرنے والے اہلِ حدیث کو یہ کتابیں کوئی نقصان پہنچا نہیں سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں گی۔ ان شاء اللہ

اہلِ حدیث کو چاہئے کہ تحقیقی راستہ اختیار کرتے ہوئے ہمیشہ سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ، اجماع ثابت اور اجتہاد مثلاً آثار سلف صالحین پر عمل کرتے رہیں، ضعیف اور مردود روایات کو دُور پھینک دیں۔ ادلۂ اربعہ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ہر بات باتحقیق و باحوالہ پیش کریں تو دیوبندی ہوں یا غیر دیوبندی، آلِ تقلید ہوں یا کوئی بھی غیر اہلِ حدیث ہو وہ اہل سنت یعنی اہلِ حدیث - اہلِ حق کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور یہ

دعوت دن رات پھیلتی جا رہی ہے اور پھیلتی ہی چلی جائے گی۔ ان شاء اللہ العزیز

تنبیہ: اہلِ حق کے نزدیک قرآن و حدیث اور اجماع کے خلاف ہر شخص کی بات مردود ہے چاہے کہنے والا کوئی بھی ہو۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ما کنت لأدع سنة النبي ﷺ لقول أحد.''

میں کسی کے قول پر نبی ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ (صحیح بخاری:۱۵۶۳)

کتاب و سنت کے خلاف ہر شخص کا خودساختہ عقلی اعتراض مردود ہے۔ **والحمد لله**

میں کوئی پیدائشی اہلِ حدیث نہیں ہوں بلکہ میرا تعلق پٹھانوں کے اس خاندان سے ہے جو اپنے آپ کو حنفی سمجھتے ہیں اور تقلید پر گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی اور تقلید کے اندھیروں سے نکال کر کتاب و سنت کی روشن شاہراہ پر چلا دیا۔ والحمدللہ

اہلِ حدیث بھائیوں سے درخواست ہے کہ قرآنِ مجید، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور صحیح ابن الجارود کا کثرت سے مطالعہ کریں۔ اگر کوئی مخالفت کرے یا مذاق اُڑائے تو آیت یا صحیح حدیث سنا دیں اور اگر وہ زبان درازی کی کوشش کرے تو دو صحیح حدیثیں اور سنا دیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ان شاء اللہ اس کا بڑا اثر ہوگا۔ ان بے چاروں کے پاس موضوع، مردود اور ضعیف وغیر متعلق روایات یا غیر ثابت وغیر متعلق اقوال کے سوا ہے ہی کیا؟!

بعض کو اگر ضعیف و مردود روایات پر تنبیہ کی جائے تو جھٹ بہانہ تراش لیتے ہیں کہ فضائل میں ضعیف روایت معتبر ہے۔ حالانکہ ضعیف روایت سے ان کا استدلال عقائد اور احکام میں ہوتا ہے اور یاد رہے کہ فضائل میں بھی قولِ راجح میں ضعیف روایت معتبر نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی ایک قول میں لکھتے ہیں:

''ولا فرق فی العمل بالحدیث فی الأحکام أو فی الفضائل إذ الکل شرع''

احکام ہوں یا فضائل، حدیث پر عمل کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ سب شریعت ہے۔ (تبیین العجب بما ورد فی فضائل رجب ص ۲۶ دوسرا نسخہ ص ۷۳) [۳۱ مئی ۲۰۰۷ء]

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

اُمتِ مصطفیٰ ﷺ اور شرک

بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ امت مسلمہ میں کبھی شرک نہیں ہوگا اور اس سلسلے میں وہ بعض احادیث توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ محترم ابوالاسجد محمد صدیق رضا حفظہ اللہ نے قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ ان لوگوں کا بہترین رد کیا ہے جسے ماہنامہ الحدیث میں قسط وار شائع کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے کی پہلی قسط پیشِ خدمت ہے۔/ حافظ شیر محمد

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله الأمين، أما بعد:

شرک انتہائی مذموم عمل ہے، اللہ تعالیٰ نے شرک سے جس قدر کراہت وناپسندیدگی کا اظہار فرمایا شاید ہی کسی دوسرے مذموم عمل پر اس قدر کراہت وناپسندیدگی کا اظہار کیا ہو، اور اللہ رب العالمین نے ہر قوم کی طرف انبیاء ورسل مبعوث فرمائے جن میں سے ہر رسول کی اساسی وبنیادی اور اوّلین دعوت توحید کے واضح اعلان اور شرک کی قطعی مذمت پر مبنی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ .﴾

اور یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے (اس دعوت کے ساتھ) کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو۔ (یعنی شرک وشیطان سے بچو) (النحل:۳۶)

اور فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَامِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اُسے یہی وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں پس میری ہی بندگی کرو۔ (الانبیاء:۲۵)

قرآن مجید میں مختلف انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے تذکارہائے جمیلہ ملاحظہ کیجئے آپ ہر نبی کو دعوتِ توحید دینے والا اور شرک کی مذمت کرنے والا پائیں گے۔

نوح علیہ السلام کی دعوت: ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ﴾ ہم نے نوح (علیہ السلام) کو انکی قوم کی طرف بھیجا، انھوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمھارا کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔ (الاعراف:۵۹)

ہود علیہ السلام کی دعوت: ﴿ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ﴾ اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا، انھوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی بندگی کرو اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔ (الاعراف:۶۵)

صالح علیہ السلام کی دعوت: ﴿ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ﴾ اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا، انھوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی بندگی کرو اُس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں۔ (الاعراف:۷۳)

شعیب علیہ السلام کی دعوت: ﴿ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ﴾ اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا انھوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔

(الاعراف:۸۵)

ابراہیم علیہ السلام کی دعوت: ﴿ وَاِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ﴾ اور ابراہیم (علیہ السلام) نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اُسی سے ڈرتے رہو۔ (العنکبوت:۱۶)

اور شرک کی مذمت کرتے ہوئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾

تم تو اللہ کے علاوہ اوثان (بتوں) کی عبادت کرتے ہو اور جھوٹی باتیں گھڑ لیتے ہو (سنو!) جن کی تم عبادت کرتے ہو یقیناً وہ تمھارے رزق کے مالک نہیں، پس تم اللہ ہی سے رزق طلب کرو اور اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کی شکر گزاری کرو اُسی کی

طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ (العنکبوت:۱۷)

یوسف علیہ السلام کی دعوت: ﴿ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ o مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ط اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ط ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق (کئی ایک) پروردگار بہتر ہیں یا ایک اللہ زبردست طاقتور؟ اُس کے سوا تم جن جن کی عبادت کررہے ہو وہ صرف چند نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے خود رکھ لئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، حکم فرمانروائی تو صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ اس کا حکم ہے کہ تم سب اُس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی دینِ قیم ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یوسف:۳۹ تا ۴۰)

عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت: ﴿ وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ ط اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ ط وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ اور مسیح (علیہ السلام) نے کہا: اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمھارا رب ہے، بے شک جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ نے اُس پر جنّت حرام کر دی ہے اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ (المائدہ:۷۲)

الغرض! تمام کے تمام انبیائے کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام کی اوّلین اور مرکزی دعوت توحید کی دعوت ہوتی ہے، وہ سب سے پہلے توحید کی دعوت دیتے اور روشن دلائل کے ساتھ شرک کی مذمّت کرتے اور اس کے خطرناک انجام سے آگاہ کرتے ہیں۔

شاید یہی وجہ ہے کہ تقریباً ہر وہ اُمت جن کے درمیان کوئی نبی یا انبیائے علیہم السلام مبعوث ہوئے اور وہ لوگ اُس نبی علیہ السلام پر ایمان کے مدّعی ہیں تو اُن میں کم از کم زبانی کلام توحید کا دعویٰ بھی پایا جاتا ہے اور شرک بھی ایک عظیم گناہ اور مذموم عمل سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ جو اپنے زعمِ باطل میں سیدنا عزیر علیہ السلام و سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو

اللہ کا بیٹا قرار دیئے ہوئے تھے (نعوذ باللہ) وہ بھی اس قبیح ترین عقیدہ کے باوجود توحید پر ایمان اور شرک سے انکاری ہونے کے مدّعی تھے۔ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں نہ اللہ تعالیٰ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب بنائیں پس اگر وہ اس سے منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلم ہیں ۔ (یعنی فرمانبردار ہیں) [اٰلِ عمران:٦٤]

اب دیکھئے قرآنِ مجید کا اس بات کو ﴿ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ﴾ بتلانا واضح کرتا ہے کہ اہل کتاب کے ہر دو گروہ یعنی یہودی اور عیسائی بھی زبانی کلامی عقیدۂ توحید پر ایمان اور شرک سے بیزار و بری ہونے کے مدّعی تھے، جبکہ قرآن مجید ہی سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ وہ اپنی عملی زندگی میں شرک کی اتھاہ گہرائیوں میں جا پڑے تھے، اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾

انھوں نے اللہ کے سوا اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنالیا تھا اور مریم کے بیٹے مسیح (علیہا السلام) کو بھی حالانکہ انھیں صرف اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

(توبہ:٣١)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زبانی کلامی توحید کے دعویٰ کے باوجود وہ شرک میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ﴿ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ اس پر واضح دلیل ہے۔

شرک کی مذمت

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں جگہ جگہ شرک کی مذمت فرمائی چند آیات ملاحظہ کیجئے:

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ (لقمان:۱۳)

ظلم کے معنی کیا ہیں؟ علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں: ''الظُّلْمُ عِنْدَ اَهْلِ اللُّغَةِ وَكَثِيْرٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهِ الْمُخْتَصِّ بِهِ ،اِمَّا بِنُقْصَانٍ اَوْ بِزِيَادَةٍ ، وَاِمَّا بِعُدُوْلٍ عَنْ وَقْتِهِ اَوْ مَكَانِهِ''

اہل لغت اور بہت سے علماء کے نزدیک ''ظلم'' کہتے ہیں کسی شے کو اُس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر نقصان یا زیادتی کے ساتھ یا وقت یا جگہ بدل کر بے جگہ رکھ دینے کو۔

(المفردات فی غریب القرآن ص ۳۱۸)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شرک کو ''ظلم'' فرمایا ہے۔ چونکہ شرک کرنے والا اپنی عبادت و نیاز مندی جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اُسے اللہ تعالیٰ کے بجائے کسی اور کے سامنے لٹاتا پھرتا ہے، پس یہ ''ظلم'' ہے اور ایسا کرنے والا ظالم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔ (آل عمران:۵۷)

اور فرمایا: ﴿ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾

خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (ھود:۱۸)

اور فرمایا: ﴿ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾

اور ظالموں کے لئے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (دھر:۳۱)

شرک کرنے والا بھی ظالم ہے بلکہ وہ ظالم تو سب سے بڑا ظالم ہے کہ اللہ کے حق میں ڈاکہ ڈالتا ہے، اسی لئے شرک کرنے والے سے نہ تو اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نہ اُسے پسند کرتا ہے بلکہ اُس پر لعنت فرما کر اُسے اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (باقی آئندہ۔ ان شاء اللہ)

حافظ زبیر علی زئی

جعلی جزء کی کہانی اور نام نہاد ''علمی محاسبہ''

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله الأمين ، أما بعد:

نبی کریم ﷺ سے محبت جزوِ ایمان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

((لايؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين .))

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔ (صحیح بخاری:۱۵، وصحیح مسلم:۴۴)

عظمتِ شانِ مصطفیٰ ﷺ و کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ فداہ ابی و امی و روحی کا عقیدہ رکھنا سچے مسلمان کی شان ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی آپ ﷺ کے فضائل کے لئے موضوع، مردود اور ضعیف روایتوں کا سہارا لیتا پھرے۔ خیر البشر اور نورِ ہدایت ﷺ کا ارشاد ہے:**((من حدّث عني بحديث يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين.))**

جس نے مجھ سے ایسی حدیث بیان کی جسے وہ (میری طرف منسوب ایک) جھوٹ سمجھتا ہے تو یہ شخص جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ (صحیح مسلم قبل ح ۱، ترقیم دارالسلام:۱)

آپ ﷺ نے فرمایا:**((لا تكذبوا عليّ فإنه من كذب عليّ فليلج النار .))**

مجھ پر جھوٹ نہ بولو کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ یقیناً آگ میں داخل ہوگا۔

(صحیح بخاری:۱۰۶، وصحیح مسلم:۱)

اس شدید وعید اور ارشادِ نبوی کے باوجود بعض لوگ موضوع احادیث بناتے ہیں یا موضوع روایات کو مسلمانوں میں رواج دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

حال (۲۰۰۵ء) ہی میں بعض بریلویوں کی طرف سے ''الجزء المفقود من الجزء الأول من المصنف'' کے نام سے چالیس روایتوں کا ایک مجموعہ شائع ہوا ہے جو کئی لحاظ سے من گھڑت

اور مردود ہے:

① اس نسخے کی اصل کہیں موجود نہیں ہے اور عیسیٰ بن مانع الحمیر ی (مبتدع) کا نسخہ چند سال پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

② دبئ کے شیخ ادیب الکمدانی جو کہ مخطوطات کے ماہر ہیں، انھوں نے اس نسخے کو موضوع اور دو سال پہلے کا لکھا ہوا قرار دیا ہے۔

③ سعودی عرب کے بڑے علماء مثلاً شیخ خالد الدریس، شیخ احمد عاشور اور شیخ سعد الحمید وغیرہم نے اس سارے نسخے کو موضوع قرار دیا ہے۔

④ اس نسخے کا ناسخ مزعوم اسحاق بن عبدالرحمٰن السلیمانی نامعلوم ہے۔

⑤ اسحاق السلیمانی سے لے کر عبدالرزاق بن ہمام تک سند نامعلوم ہے۔

⑥ اس نسخے پر علماء کے سماعات نہیں ہیں۔

⑦ یہ نسخہ کہاں کہاں رہا ہے؟ اس کا کوئی اتا پتا نہیں ہے۔

⑧ اس نسخے میں فاش غلطیاں موجود ہیں۔

⑨ مخطوطے کا خط دسویں صدی ہجری کا نہیں بلکہ تازہ خط ہے جسے کسی معاصر آدمی نے لکھا ہے۔

⑩ اس مخطوطے کی مرفوع روایات میں سے ایک روایت بھی مخطوطے والی سند و متن یا مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے سابقہ کسی معتبر کتاب میں منقول نہیں ہے جبکہ دوسری صدی ہجری کی کتابوں کی عام روایات بعد والی کتابوں میں مل جاتی ہیں مثلاً:

مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱ ح ۱) کی پہلی روایت ابن ابی شیبہ کی سند سے المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم الاصبہانی (ج ۱ ص ۴۰۹ ح ۸۲۵) میں موجود ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ''جعلی جزء کی کہانی'' شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد/ لاہور۔

علم الاسانید ایسا عظیم الشان علم ہے جو اُمتِ مسلمہ کے علاوہ کسی اُمت کو بھی حاصل نہیں ہے۔ حدیث کی تخریج کرنے والے جانتے ہیں کہ ایک ہی حدیث کی کتبِ احادیث میں کئی کئی

سندیں ہوتی ہیں مثلاً صحیح بخاری کی پہلی حدیث ((**إنما الأعمال بالنيات**)) **إلخ** کی بنیادی سند ''**يحي بن سعيد الأنصاري عن محمد بن إبراهيم التيمي عن علقمة بن وقاص الليثي عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه**'' کو یحییٰ بن سعید سے ایک جماعت نے بیان کیا ہے، مثلاً:

۱: سفیان بن عیینہ (صحیح بخاری: ۱، صحیح مسلم: ۱۹۰۷، مسند الحمیدی: ۲۸، مسند احمد ۱/۲۵ ح ۱۶۸، وغیرہ)

۲: مالک بن انس (صحیح بخاری: ۵۴، صحیح مسلم: ۱۹۰۷، سنن النسائی ۱/۵۸، ۶/۱۵۸، شرح معانی الآثار للطحاوی ۳/۹۶ باب طلاق المکرہ)

۳: یزید بن ہارون (صحیح مسلم: ۱۹۰۷، مسند احمد ۱/۴۳ ح ۳۰۰، ابن ماجہ: ۴۲۲۷ وغیرہ)

۴: حماد بن زید (صحیح بخاری: ۳۸۹۸، صحیح مسلم: ۱۹۰۷، سنن النسائی ۱/۵۸ وغیرہ)

۵: لیث بن سعد (صحیح مسلم: ۱۹۰۷، ابن ماجہ: ۴۲۲۷)

۶: سفیان الثوری (صحیح بخاری: ۲۵۲۹، سنن ابی داود: ۲۲۰۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۴۱ وصرح بالسماع)

۷: عبدالوہاب الثقفی (صحیح بخاری: ۶۶۸۹، صحیح مسلم: ۱۹۰۷، سنن الترمذی: ۱۶۴۷)

۸: عبداللہ بن المبارک (صحیح مسلم: ۱۹۰۷، سنن النسائی ۱/۵۸، شرح السنۃ للبغوی: ۲۰۶)

۹: ابوخالد الاحمر (صحیح مسلم: ۱۹۰۷، سنن النسائی ۷/۱۳)

۱۰: یحییٰ بن سعید القطان (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۳۸۹، تاریخ بغداد ۹/۳۴۶) وغیرہ

یہی حدیث امام بخاری کے استاد امام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب مسند الحمیدی میں موجود ہے۔ (ح ۲۸)

اور یہی حدیث امام بخاری کی سند کے ساتھ نجم الدین عمر بن محمد بن احمد النسفی (متوفی ۵۳۷ھ) کی کتاب القند فی ذکر علماء سمرقند (ص ۱۵۸، ۱۵۹ ترجمہ: ۲۵۸) اور عمر بن محمد بن عبداللہ السہر وردی الصوفی (متوفی ۶۳۲ھ) کی کتاب عوارف المعارف (ص ۲۵۱ وسندہ حسن) میں موجود ہے۔

فائدہ: صحیح بخاری کے متداول نسخوں میں یہ حدیث مختصر ہے لیکن عوارف المعارف

میں یہ فربری عن البخاری کی سند اور مکمل متن کے ساتھ مع ''**فمن کانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله و رسوله** ''موجود ہے۔جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اضافہ صحیح بخاری کے بعد کے بعض راویوں سے رہ گیا ہے۔ واللہ اعلم

حدیث کی جو کتابیں دوسری صدی ہجری (۱۰۱ھ تا ۱۹۹ھ) میں لکھی گئی ہیں، ان کی عام مرفوع روایات دوسری کتابوں میں بھی اسی سند و متن سے مل جاتی ہیں مثلاً موطأ امام مالک، مصنف عبدالرزاق اور کتاب الزہد لابن المبارک وغیرہ

میرے علم کے مطابق، اس دور میں حدیث کی کوئی مستند کتاب ایسی نہیں ہے جس کی تمام روایات میں سے ایک روایت بھی حدیث کی کسی دوسری کتاب میں اسی سند و متن سے نہ ملتی ہو۔ یہ ''سعادت'' صرف بریلویوں کے خودساختہ ''الجزء المفقود'' کو ہی حاصل ہے کہ اس کی تمام روایتوں میں سے ایک روایت بھی اسی سند و متن سے حدیث کی کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتی اور یہ بھی اس کے موضوع ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

دوسری صدی ہجری کے بعد والے دور میں بھی بہت سی کتابیں ایسی ہیں جن کی روایات دوسری کتابوں میں باآسانی مل جاتی ہیں مثلاً ابوسعید ابن الاعرابی کی مشہور کتاب المعجم کی روایات بعد والی کتابوں میں اسی سند و متن کے ساتھ مل جاتی ہیں جن کے ساتھ اس کتاب میں موجود ہیں۔اس کی دس مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

۱: المعجم لابن الاعرابی (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ح ۱۳۲۴)

یہ روایت ابن الاعرابی کی سند کے ساتھ تاریخ دمشق لابن عساکر (۲۰۸/۳) میں موجود ہے۔

۲: المعجم لابن اعرابی (ح ۱۳۴۳) دیکھئے معجم ابن عساکر (ح ۹۰۰)

۳: المعجم لابن الاعرابی (ح ۱۹۵۶) دیکھئے الموضوعات لابن الجوزی (طبعہ جدیدہ ح ۱۱۷۷)

۴: المعجم لابن الاعرابی (ح ۱۹۶۸) دیکھئے السنن الواردہ للدانی (ح ۴۱۳)

۵: المعجم لابن الاعرابی (ح ۱۹۷۸) دیکھئے السنن الواردہ (ح ۳۰۰)

۶: المعجم لابن الاعرابی (ح ۲۱۶۳م) دیکھئے السنن الواردہ (ح ۳۴۶)

۷: المعجم لابن الاعرابی (ح ۲۲۶۲) دیکھئے السنن الواردہ (ح ۶۹۴)
۸: المعجم لابن الاعرابی (ح ۱۹۵۹) دیکھئے مسند الشہاب للقضاعی (ح ۱۵)
۹: المعجم لابن الاعرابی (ح ۱۲۴۹) دیکھئے مسند الشہاب (ح ۲۹)
۱۰: المعجم لابن الاعرابی (ح ۱۰۵۹) دیکھئے مسند الشہاب (ح ۳۴)

معلوم ہوا کہ احادیث کی کتابیں باہم ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ ایک کی سندیں اور متون دوسری کتابوں میں مل جاتے ہیں۔ والحمدللہ

معجم ابن الاعرابی (۱۴۴ دوسرا نسخہ ح ۱۴۲) میں وفات تک رفع یدین والی حدیث ''أبوزرعة عن أبي عبدالجبار عن أبي هريرة'' کی سند و متن کے ساتھ مسند الشامیین للطبرانی (۳۵/۲) میں معمولی اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔

دیکھئے میری کتاب نور العینین (طبع جدید ص ۳۳۶ تا ۳۳۹)

دوسرے یہ کہ اس روایت کو تو صرف بطورِ استشہاد و تائید پیش کیا گیا ہے۔ وفات تک رفع یدین کے دوام والی وہ حدیث ہے جس میں آیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے تھے: ''اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک میں تم سب میں رسول اللہ ﷺ سے مشابہت میں قریب ہوں، آپ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔'' (سنن النسائی ج ۱ ص ۱۷۳ ح ۱۱۵۷، نور العینین ص ۳۳۴)

معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو نماز پڑھتے تھے وہ نبی ﷺ کی آخری نماز تھی۔

یاد رہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ثابت ہے کہ وہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۰ وسندہ صحیح، نور العینین ص ۱۶۰)

اس سے خود بخود ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جانے تک رفع یدین کرتے تھے۔ والحمدللہ

تمام آلِ بریلی سے درخواست ہے کہ وہ اپنے پیش کردہ ''الجزء المفقود'' کی صرف ایک روایت عبدالرزاق کی سند و متن کے ساتھ حدیث کی کسی دوسری کتاب سے ثابت کر دیں اور

اگر نہ کرسکیں تو پھر اس خودساختہ جعلی جزء پر ہٹ دھرمی اور ضد چھوڑ دیں۔

حافظ ابن الصلاح الشہر زوری نے صحتِ کتاب کیلئے اصول سمجھایا ہے کہ'' اور (تیسری) شرط یہ ہے کہ اصل کتاب سے نسخے کا ناقل (کاتب وناسخ) غلط نقل کرنے والا نہ ہو، بلکہ صحیح نقل کرنے اور کم غلطیاں کرنے والا ہو۔'' (علوم الحدیث ص ۳۰۳ نوع: ۲۵، جعلی جزء کی کہانی ص ۱۴)

اس اصول سے معلوم ہوا کہ جس اکلوتے نسخے کا ناقل غیر ثقہ، مجہول یا کثیر الغلط ہو تو وہ نسخہ نا قابلِ اعتماد ہوتا ہے۔ اصولِ حدیث کے اس اہم مسئلے کو مدِّ نظر رکھ کر راقم الحروف نے بریلویوں کے تازہ شائع کردہ ''الجزء المفقود'' کے ناسخ اسحاق بن عبدالرحمٰن السلیمانی کے بارے میں (اگر اس کا کوئی وجود ہے تو) لکھا تھا:

''اس شخص کے حالات اور ثقہ وصدوق ہونا نامعلوم ہے لہٰذا یہ شخص مجہول ہے۔''

(جعلی جزء کی کہانی ص ۲۲)

اس کتاب ''جعلی جزء کی کہانی'' کا جواب اَب بریلویوں کی طرف سے ''علمی محاسبہ'' کے نام سے میلاد پبلکیشنز لاہور سے شائع ہوا ہے جسے علمی محاسبہ کے بجائے'' گالی نامہ'' کا عنوان دینا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس محاسبے میں صاحبِ کتاب اس مزعوم ناسخ کی توثیق اور ناسخ سے صاحبِ کتاب تک متصل سند پیش کرنے سے عاجز رہے ہیں اور ''جعلی جزء کی کہانی'' میں ذکر کردہ دلائل واعتراضات میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دے سکے ہیں!!

''ہم تو ڈوبے ہیں تمھیں بھی لے ڈوبیں گے...'' کے مصداق بنتے ہوئے جزء رفع الیدین، کتاب الضعفاء للبخاری، التمہید لابن عبدالبر، السنن الکبریٰ للبیہقی اور المعجم الکبیر للطبرانی وغیرہ کے نسخوں پر الزامی اعتراضات کردیئے ہیں جن کے جوابات درج ذیل ہیں:

① جزء رفع الیدین کی سند متصل ہے۔ دیکھئے میری تحقیق والا نسخہ ص ۲۷

اسے حافظ العراقی سے حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر کے نسخے کا دوسری دفعہ مقابلہ ابوالفضل (عبدالرحمٰن بن احمد بن اسماعیل) القلقشندی کے خط سے کیا گیا ہے۔ (ص ۱۱۳) القلقشندی کے حالات دیکھئے الضوء اللامع (ج ۴ ص ۴۶)

جزء رفع الیدین کی دوسری متصل سند کے لئے دیکھئے المعجم المفہرس للحافظ ابن حجر (ص ۶۱ رقم:۱۰۶)
جزء رفع الیدین کا رسالہ صدیوں سے علماء کے درمیان مشہور و متداول ہے اور علماء اس سے احادیث و عبارات نقل کرتے رہے ہیں جبکہ ''الجزء المفقود'' ابھی چند سالوں کی ایجاد ہے۔

۲) کتاب الضعفاء للبخاری صدیوں سے مسلمانوں کے پاس مشہور و معروف رہی ہے۔
امام بخاری نے ایک راوی حریث بن ابی حریث کو کتاب الضعفاء میں ذکر کیا (بتحقیقی:۸۹)
پھر جب ابو حاتم الرازی سے ذکر کیا گیا کہ حریث کو بخاری نے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے تو انھوں نے کہا: اسے (حریث کو) وہاں سے ہٹانا چاہئے الخ (الجرح والتعدیل ۲۶۳/۳)
معلوم ہوا کہ امام ابو حاتم کے دور میں امام بخاری کی کتاب الضعفاء مشہور تھی۔ راقم الحروف نے لکھا ہے کہ ''نسخہ علماء کے درمیان مشہور ہو۔'' (جعلی جزء کی کہانی ص ۱۵، الحدیث:۵)
جبکہ الجزء المفقود کا علماء کے درمیان مشہور ہونا تو دور کی بات ہے، گزشتہ عشرے سے پہلے علمی دنیا میں اس کا کوئی نام و نشان تک نہیں تھا۔
تنبیہ: مشہور و متواتر نسخہ سند کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ سند و دلائل کی ضرورت غیر مشہور اور عجیب و غریب اکلوتے نسخے کے لئے مطلوب ہوتی ہے جس کا ادوارِ سابقہ میں کوئی وجود نہیں ہوتا۔
کتاب الضعفاء کے تمام اقوال و روایات التاریخ الکبیر وغیرہ سابقہ کتابوں میں امام بخاری کے حوالے سے موجود ہیں جبکہ الجزء المفقود کی ایک روایت بھی سند و متن سے سابقہ کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں ہے۔ (تحفۃ الاقویاء ص ۷ کا حاشیہ نمبر ۶ دوبارہ پڑھ لیں)
کتاب الضعفاء کے کئی نسخے تھے مثلاً دیکھئے المعجم المفہرس لابن حجر (ص ۱۷۳، رقم ۶۷۶)
جبکہ الجزء المفقود کا اسحاق السلیمانی کے علاوہ دوسرا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔

۳) التمہید لابن عبدالبر کو چھ قلمی نسخوں سے شائع کیا گیا ہے۔ دیکھئے ۱۸ جلدوں والا مطبوعہ نسخہ (ناشر: الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ والنشر، القاہرہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۹ء ج ا ص ۸۱ تا ۱۰۰)
چھ قلمی نسخوں سے شائع شدہ التمہید کے مشہور و متواتر نسخے کو ''الجزء المفقود'' کے اکلوتے نسخے پر قیاس کیا جا رہا ہے۔ **سبحان اللہ**

اس کے علاوہ یہ کتاب صدیوں سے علماء کے درمیان مشہور و متواتر رہی ہے۔
حافظ ابن حزم اندلسی نے التمہید کا ذکر کیا ہے۔
دیکھئے رسائل ابن حزم (رسالۃ فی فضل الاندلس ح ۲ ص ۱۷۹، ۱۸۰/ المکتبۃ الشاملہ)
حافظ ابن حجر کے پاس التمہید کا جو نسخہ تھا اس کی متصل سند کے لئے دیکھئے المعجم المفہرس (ص ۱۶۵، رقم ۶۲۷)

④ السنن الکبریٰ للبیہقی کے شروع میں ابن الصلاح سے لے کر بیہقی تک صحیح متصل سند موجود ہے۔ (ج ۱ ص ۲)
آخری جلد میں چار علیحدہ مخطوطوں کا ذکر موجود ہے۔ (ج ۱۰ ص ۳۵۲)
اور صفحہ ۳۵۱ پر السنن الکبریٰ کے کاتب محمد بن ابی بکر بن صالح المشہور بابن الخیاط کا نام لکھا ہوا ہے جن کے حالات شذرات الذہب (۲۳۱/۷) میں ہیں اور متصل سند بھی مذکور ہے۔
والحمد للہ

⑤ المعجم الکبیر للطبرانی کو چھ نسخوں سے شائع کیا گیا ہے۔ (المعجم الکبیر کا مقدمہ ج ۱ ص ۲۰)
ان نسخوں پر متعدد علماء کے سماعات بھی ہیں۔ (دیکھئے ص ۲۹ تا ۴۹)
المعجم کے دوسرے نسخوں کے لئے دیکھئے حافظ ابن حجر کی المعجم المفہرس (ص ۱۳۶، ۱۳۷، رقم ۴۸۹)
المعجم الکبیر صدیوں سے علماء کے درمیان مشہور و متواتر رہی ہے۔ اس کی روایات میں سے بعض کو ابو نعیم الاصبہانی اور حافظ ضیاء الدین المقدسی صاحب المختارہ وغیرہما نے اپنی سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے مثلاً المعجم الکبیر کی پہلی روایت (ج ۱ ص ۵ ح ۱) کو امام طبرانی کے شاگرد ابو نعیم الاصبہانی نے اسی طرح امام طبرانی سے حدثنا کے ساتھ روایت کیا ہے۔
(معرفۃ الصحابۃ ج ۱ ص ۲۲ ح ۵۸)
اور حافظ ہیثمی نے اسے نقل کر کے ''و إسناده حسن'' قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد ۴۰/۱)
متعدد نسخوں والی مشہور و متواتر کتاب کا اس ''الجزء المفقود'' سے کیا مقارنہ جو چند سال پہلے وجود میں آیا ہے۔ اس سے پہلے اس نسخے کا کوئی وجود دنیا میں نہیں تھا اور نہ اس نسخے کی

کسی روایت کو کسی معتبر عالم نے کبھی نقل کیا ہے۔

⑥ کامل ابن عدی کو گیارہ (۱۱) نسخوں سے شائع کیا گیا ہے۔

(دیکھئے الکامل مطبوعہ محمد علی بیضون دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان ج ۱ ص ۷۶، ۷۷)

⑦ المدخل الی الصحیح للحاکم کا ذکر حاکم نے اپنی مشہور کتاب المستدرک (۳/۱) میں کیا ہے۔اسی طرح عبدالغنی بن سعید، ابن خیر الاشبیلی اور ابن عساکر وغیرہم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ دیکھئے المدخل (ص ۳۱) بلکہ حافظ عبدالغنی بن سعید المصری نے اس پر رد بھی لکھا ہے۔ دیکھئے المدخل (ص ۴۳)

معلوم ہوا کہ المدخل کے بہت سے نسخے تھے لہٰذا اس مشہور کتاب کا ''الجزء المفقود'' سے کیا مقارنہ؟ المدخل کے مطبوعہ نسخے کے محقق نے دوسرے نسخے کی طرف اشارہ کیا ہے جو انھیں میسر نہ ہو سکا اور مزید تحقیق کے لئے میدان وسیع ہے۔

⑧ اعتلال القلوب للخرائطی کو دو نسخوں سے شائع کیا گیا ہے۔ (ص ۲۳، ۲۵) اور شروع کتاب میں مکمل متصل سند موجود ہے (ص ۳۵) اور یہ کتاب بھی علماء کے درمیان مشہور و متواتر رہی ہے۔

⑨ کتاب المراسیل لابن ابی حاتم کو دو نسخوں سے شائع کیا گیا ہے جن میں سے ایک نسخہ حافظ تقی الدین ابو طاہر اسماعیل بن عبداللہ بن عبدالمحسن المصری الشافعی (متوفی ۶۱۹ھ) کا لکھا ہوا ہے۔ (دیکھئے ص ۳۴ مقدمہ)

یہ ساری کتابیں مشہور و متواتر رہی ہیں جبکہ بعض بریلویوں کا پیش کردہ ''الجزء المفقود'' اس عشرے سے پہلے کہیں بھی مشہور یا مذکور نہیں تھا لہٰذا اس من گھڑت جزء کو مشہور و متواتر کتابوں پر قیاس کرنا باطل ہے۔

محاسبے کے مصنف اس دور میں گھڑے ہوئے جزء کو ثابت کرنے سے ناکام رہے ہیں جس کی کسر انھوں نے گالیوں اور اتہامات واکاذیب سے نکالی ہے جن کا انھیں آخرت میں حساب دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

حافظ شیر محمد

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے محبت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((استقرؤا القرآن من أربعة :من ابن مسعود وسالم مولٰی أبي حذیفة وأبي ومعاذ بن جبل)) چار آدمیوں سے قرآن پڑھو: ابن مسعود، سالم مولٰی ابی حذیفہ، ابی (بن کعب) اور معاذ بن جبل سے۔ (صحیح بخاری:۳۸۰۶، صحیح مسلم:۲۴۶۴)

سیدنا معاذ بن جبل الانصاری رضی اللہ عنہ بدری صحابہ میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم ''

جو چاہے اعمال کرو، میں نے تمھیں بخش دیا ہے۔ (صحیح بخاری:۳۰۰۷، صحیح مسلم:۲۴۹۴)

سیدنا انس بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وأعلمھم بالحلال والحرام معاذبن جبل)) اوران (میری امت) میں حلال و حرام کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں۔

(سنن الترمذی:۳۷۹۱ وسندہ صحیح وقال الترمذی: ''حسن صحیح'' وصححہ ابن حبان: ۲۲۱۸ والحاکم ۴۲۲/۳ علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی، طبقات ابن سعد ۳۸۸/۷، ۵۸۶/۳)

سیدنا ابو ہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نعم الرجل معاذ بن جبل)) معاذ بن جبل اچھے آدمی ہیں۔

(سنن الترمذی:۳۷۹۵ وقال: ''ھذا حدیث حسن'' وسندہ صحیح)

جلیل القدر تابعی ابو ادریس الخولانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ سفید دانتوں والا ایک نوجوان ہے اور لوگ اس کے پاس ہیں، جب لوگوں کا کسی چیز میں اختلاف ہوتا ہے تو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے قول پر تھم جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ الخ

(موطا امام مالک ۹۵۳/۲، ۹۵۴ ح ۱۸۴۳ وسندہ صحیح وصححہ ابن حبان ، الموارد : ۲۵۱۰/۱ ،والحاکم علی شرط الشیخین ۱۶۸/۴، ۱۶۹ ووافقہ الذہبی) ایک روایت میں ہے کہ ابو ادریس الخولانی نے فرمایا: میں بیس صحابہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا جن میں خوبصورت چہرے اور خوبصورت دانتوں والا ایک نوجوان (بھی) تھا جس کی سیاہ وسفید بڑی بڑی آنکھیں تھیں (اور) چمکتے سفید دانت تھے۔

(مسند احمد ۲۲۹/۵ وسندہ صحیح وصححہ الحاکم ۲۷۰/۴ ح ۷۳۱۶ علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ ابراہیم علیہ السلام کی طرح) امت کے قانت للہ حنیف تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔ امت اسے کہتے ہیں جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دے اور اللہ ورسول کی اطاعت کرنے والے کو قانت کہتے ہیں، اسی طرح معاذ (بن جبل رضی اللہ عنہ) لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتے اور اللہ ورسول کی اطاعت کرنے والے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۳۴۹/۲ وسندہ صحیح) مسروق تابعی نے کہا کہ صحابہ کرام کا علم چھ اشخاص پر ختم ہے: عمر، علی، عبداللہ، معاذ، ابوالدرداء اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ (طبقات ابن سعد ۳۵۱/۲ وسندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ((**يا معاذ ! والله ! إني لأحبك**)) اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔

(سنن ابی داود: ۱۵۲۲ وسندہ صحیح وصححہ ابن خزیمہ: ۷۵۱ وابن حبان: ۲۳۴۵ والحاکم ۲۷۳/۱، ۲۷۳/۳، ۲۷۴ ووافقہ الذہبی)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) اٹھائیس سال کی عمر میں فوت ہوئے اور وہ علماء کے سامنے بلند مقام پر ہیں۔

(المستدرک ۲۶۹/۳ ح ۵۱۷۵ وسندہ صحیح، تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۹۹/۶۱)

بعض علماء کہتے ہیں کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ (۱۸ ہجری کو شام میں) ۳۴ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ **رضي الله عنه** .

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**وأما زلة عالم فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم**'' رہا عالم کی غلطی کا مسئلہ تو (سنو) اگر وہ سیدھے راستے (ہدایت) پر بھی ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔ (کتاب الزہد للامام وکیع ۳۰۰/۱ ح ۷۱ وسندہ حسن، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۶)

احسن الحدیث نصیر احمد کاشف

اللہ اور رسول کی اطاعت

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم اس سے منہ نہ پھیرو جبکہ تم سن رہے ہو اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کہا تھا: ہم نے سن لیا، حالانکہ وہ سنتے نہیں تھے۔ یقیناً اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والے بدترین (وہ) بہرے گونگے ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔ [الانفال:۲۰۔۲۲]

فقہ القرآن:

۱: اللہ اور رسول کی اطاعت فرض ہے۔

۲: کتاب وسنت کے مخالفین کا یہ طریقہ ہے کہ علم ہو جانے کے باوجود نبی کریم ﷺ کی حدیث کو رد کر دیتے ہیں۔

۳: قرآن وحدیث نہ سننے والے اور قرآن وحدیث بیان نہ کرنے والے لوگوں کی مثال ان جانوروں کی طرح ہے جو عقل نہیں رکھتے بلکہ وہ ان جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

۴: صرف زبانی طور پر یہ کہہ دینا کہ میں نے قرآن وحدیث کا حکم سن لیا ہے، کافی نہیں ہے بلکہ عمل کے ساتھ اس دعوے کی تصدیق ضروری ہے۔

۵: اگرچہ شر الدواب والی آیت بنو عبدالدار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (دیکھئے صحیح البخاری: ۴۶۴۶) لیکن یہ اپنے شانِ نزول کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جو (جاننے کے باوجود) حق کی اتباع نہیں کرتا اسی ضمن میں ہے۔

(دیکھئے التفسیر الصحیح موسوعۃ الصحیح المسبور من التفسیر بالماثور للشیخ حکمت بن بشیر ج ۲ ص ۳۹۲)